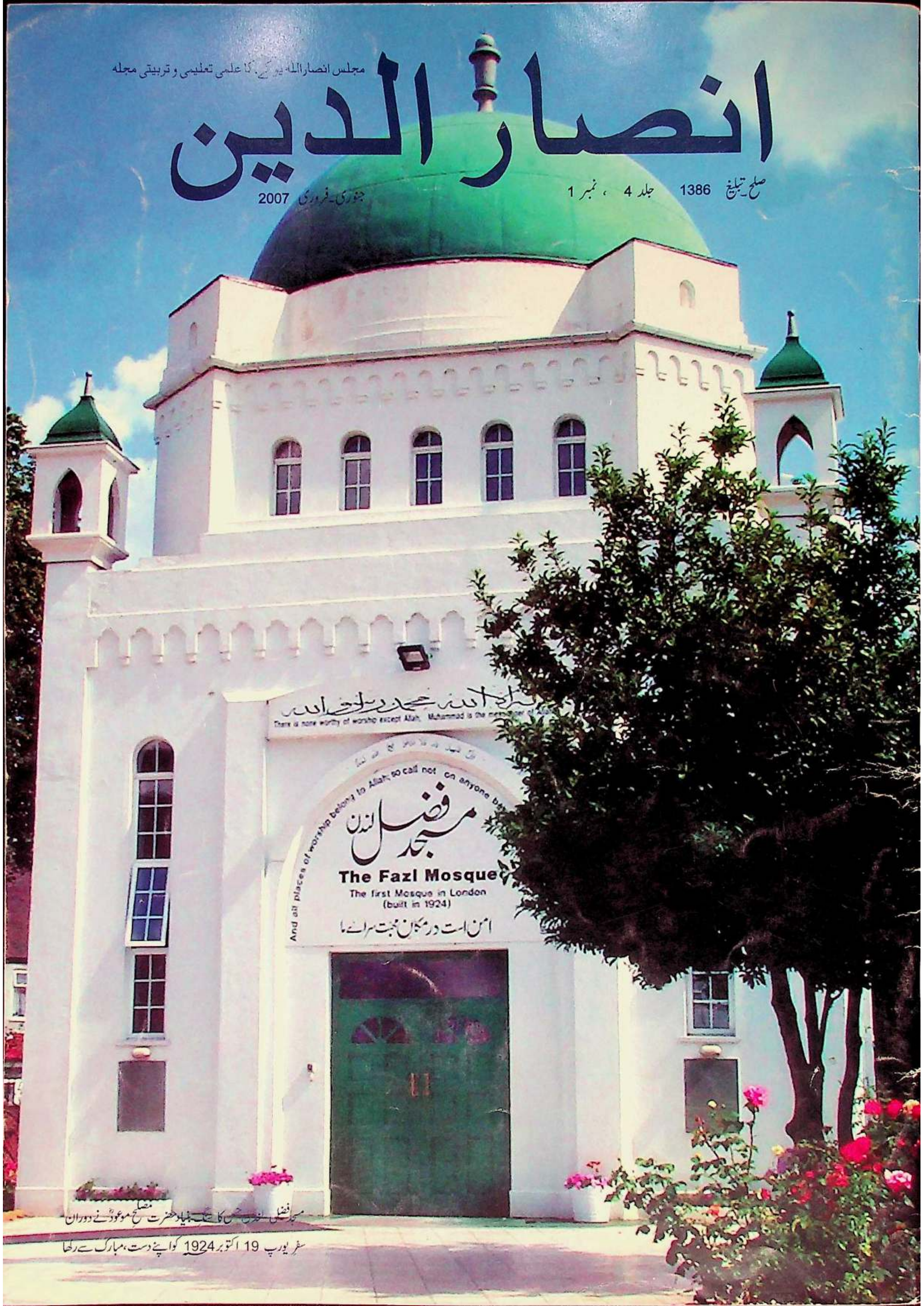


مسجد فضل لندن جس کا سنگِ بنیاد حضرت مصلح موعودؓ نے دوران سفرِ یورپ 19 اکتوبر 1924 کو اپنے دستِ مبارک سے رکھا

حضرت مصلحِ موعودؓ ہمراہ رفقاء سفرِ یورپ ۱۹۲۴ء

انصارالدین

جلد4　نمبر 1
جنوری۔فروری 2007

انصاراللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو)
محمود احمد ملک

نائبین
عبدالمجید عامر
حسن خان

مدیر (انگریزی): احد بھنو

مینیجر: محمد اسحٰق ناصر

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF　　e-mail address: ansaruddin_uk@yahoo.co.uk

اداریہ:

حضرت مصلح موعودؓ اور نظام جماعت کی تشکیل

اسلام کے دورِ اوّل اور دورِ ثانی میں ایک نمایاں مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد اسلام پر ایک کمزوری کا وقت آیا اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے ذریعہ اسلام کو دوبارہ تقویت پہنچائی اور خلافت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر دیا۔ دوسری خلافتِ اسلامیہ کے دور میں حضرت عمرؓ نے اسلامی حکومت کے نظام کو ایک باقاعدہ شکل دی اور ایک عظیم الشان نظام کی تشکیل فرمائی۔ اسی طرح اسلام کے دورِ ثانی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب جماعت کا وجود ایسے خطرات میں گھر چکا ہے جس سے جماعت کی بقاء کو خطرہ لاحق تھا اور دشمن برملا خوشی کا اظہار کر رہا تھا کہ اب جماعت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ ایسے وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو نہ صرف بیرونی دشمنوں کی طرف سے خطرہ درپیش تھا بلکہ اندرونی حملوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپؓ کی سیادت میں جماعت کو ایک نئی طاقت بخشی گئی اور آپؓ نے اپنی قوّتِ ارادی اور عزم کی وجہ سے خلافت کو آہنی سلاخوں سے باندھ دیا۔ جس طرح خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اسلامی حکومت کے نظام کی تشکیل فرمائی اُسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ ثانی، مصلح موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے جماعت کے نظام کی ویسی ہی تشکیل و ترویج فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دو ایسی بشارات دی گئی تھیں جن سے یہ واضح ہوتا تھا کہ آپؑ کے مشن کی ترقی اور عالمگیر پھیلاؤ کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے افراد کو کھڑا کرتا رہے گا جو آپؑ کی نیابت میں اسلام کی تبلیغ کے لئے ہمیشہ کام کرتے رہیں گے۔ اوّل ایک ایسے فرزند کی بشارت دی گئی جو عزم و استقلال میں آپؑ کا نظیر ہوگا اور آپؑ کے مشن کی تکمیل کے لئے عظیم الشان کام سرانجام دے گا۔ دوسرے قدرتِ ثانیہ کی بشارت تھی کہ آپؑ کے بعد ایسے وجود آتے رہیں گے جو اپنی روحانی قوّت سے جماعت کے لئے مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھیں گے اور اُن کی رہنمائی میں جماعت روحانی ترقیات کے حصول کے لئے سرگرم رہے گی۔

خلافتِ اولیٰ میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو کام سرانجام دیئے ان کے جائزہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپؓ کے نزدیک منظم طور پر کام کی کس قدر اہمیت تھی۔ اپنی خلافت کے آغاز سے ہی حضرت مصلح موعودؓ کے پیش نظر نظامِ جماعت کو مستحکم کرنا ایک اہم کام تھا۔ خلافت کے قیام کے معاً بعد جو کانفرنس آپؓ نے بلائی اور اس میں جو خطاب فرمایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؓ کی خواہش تھی کہ جماعت میں ایک ایسا نظام جاری ہو جو ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کر سکے۔ خاص طور پر جو خطرات خلافتِ راشدہ اسلامیہ کو پیش آئے تھے اگر کبھی ویسے خطرات پیدا ہوں تو جماعت کا نظام کامیابی کے ساتھ اُن کا مقابلہ کر سکے۔ نظام کی تشکیل میں سب سے اہم کام آپؓ نے یہ کیا کہ جماعت کی تربیت کے لئے اُنہیں بارہا مختلف خطبات اور تقاریر میں یہ واضح کیا کہ خلیفۃ المسیح، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح ہی جماعت احمدیہ کے روحانی پیشوا اور مطاع ہیں اور یہ کہ جماعت کی بقاء کے لئے خلافت کا نظام ایک مرکزی نقطہ ہے جس کے بغیر نہ ترقی ہو سکتی ہے اور نہ بقاء کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔ جس طرح ایک جسم دل اور دماغ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اُسی طرح خلافت کے بغیر جماعت اپنی طبعی تشکیل کے مقاصد کو حاصل نہیں کر سکے گی۔ اس لئے آپؓ نے تمام جماعت کے لئے اور ذیلی تنظیموں کے عہدوں میں یہ بات شامل فرمائی کہ ہم سب خود خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے کوشش کرتے رہیں گے اور اپنی نسلوں کو بھی اطاعت کی تعلیم دیتے رہیں گے۔ آپؓ فرماتے ہیں ''تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا۔ لیکن اگر تم اس حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہئے گی تو نہیں کر سکے گی'' (درس القرآن صفحہ 73)

حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپؓ نے نظام جماعت کی تشکیل کے لئے مختلف قوموں کی ترقی اور اُن کے زوال پر نظر کرتے ہوئے تاریخ عالم کا گہرا مطالعہ فرمایا۔ نہ صرف تاریخ عالم کا مطالعہ، بلکہ مختلف ممالک کے سیاسی نظاموں اور اُن کے دستورِ اساسی کو بھی مدِنظر رکھا۔ ایک حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے اس مقصد کے لئے انسانی اجسام کی ساخت اور ان کے مختلف نظاموں کے افعال کا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ پھر اُن سب کا قرآن و حدیث اور سنت نبوی کی روشنی میں مطالعہ فرماتے۔ نہ صرف صائب الرائے احباب سے مشورہ کرتے بلکہ آخری فیصلہ سے پہلے دعاؤں اور استخاروں سے کام لیتے اور جب اللہ تعالیٰ سے شرح صدر عطا ہوتی تو اُس امر کو اختیار کرتے۔

آج جماعتِ احمدیہ کے وسیع تر نظام کا مطالعہ کریں تو اسے دنیا میں ایک مثالی نظام کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کا قیام، نظارتوں کی تشکیل، تحریکِ جدید اور وقفِ جدید، ذیلی تنظیموں کا قیام اور ہر سطح پر عہدیداران کا نظام ایک وسیع اور متحرک قوّت ہے جو دنیا بھر میں نظامِ جماعت احمدیہ کی صورت میں موجود ہے۔ پیش گوئی مصلح موعود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی کہ ''فتح وظفر کی کلید تجھے ملتی ہے''، جس میں یہی اشارہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند کے وجود سے ایسے شاندار کام سرانجام پائیں گے جن سے آپؑ کا مشن انشاءاللہ ظفریاب ہو کر رہے گا۔

درس القرآن

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

ترجمہ: وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ تو کہہ دے جو اچھا مال بھی تم دو وہ (تمہارے) ماں باپ قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافر کا پہلا حق ہے اور جو نیک کام بھی تم کرو اللہ اسے یقیناً جانتا ہے (سورۃ البقرۃ آیت 216)

سورۃ البقرۃ کی گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ پہلے لوگوں پر بھی مالی اور جانی مشکلات آئی تھیں اور وہی اُن کی قومی ترقی کا باعث ہوئیں۔اس لئے جب صحابہؓ نے یہ بات سنی تو ان کے دل بھی ان قربانیوں کے لئے بے تاب ہو گئے اور انہوں نے بے اختیار ہو کر روحانی ترقیات کے حصول کے لئے سوال کیا یارسول اللہ! اگر قومی ترقی کے لئے مالی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے تو ہمیں بھی بتایا جائے کہ ہم کیا خرچ کریں تاکہ ہمارا قدم بھی عشق کے میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی حد بندی نہیں، جتنے کی توفیق ہو اتنا خرچ کرو۔اس امر کا لحاظ رکھو کہ جو خرچ کرو وہ طیّب مال ہو۔جو لوگ حرام مال کماتے ہیں اور اُس میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے گناہ کا کفارہ کر دیا وہ غلطی پر ہیں۔خدا تعالیٰ ایسے ہی مال کو قبول کرتا ہے جو اچھا ہو۔پھر یہ بھی ہے کہ صرف حلال ہی نہیں دینا بلکہ طیّب دینا یعنی ایسا مال جسے قبول کرنا کسی کو گراں نہ گذرے۔ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ خیر کے معنی مال کے ہیں۔اچھے مال کے معنی کہاں سے نکالے گئے۔خیر کے معنی بہترین شئے کے ہیں اور مال کو اُسی صورت میں خیر کہتے ہیں جب کہ وہ طیّب ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔پس خیر کہنے سے قرآن کریم میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ طیّب اموال میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔

ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ خرچ کرو تو کہاں خرچ کرو۔گویا اس طرف اشارہ کیا کہ خرچ کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ صحیح جگہ خرچ کرنا مشکل ہے۔احتیاط سے خرچ کرو اور مستحقین کو دو۔یہ قرآنی کمال ہے کہ وہ مختصر الفاظ میں وسیع مضمون بیان کر دیتا ہے۔یہ بھی بتادیا کہ حلال مال دو اور یہ بھی کہ حلال مال طیّب بھی ہو۔یہ نہیں کہ ٹوٹی ہوئی جوتی جو کسی کام کی نہ ہو وہ دے دی۔بے شک وہ اس کا مال ہے مگر وہ طیّب نہیں کیونکہ جسے دی گئی ہے وہ اس کے کام کی نہیں۔یا مثلاً ایک بھوکا کھانا مانگنے آئے،گھر میں کھانا بھی تیار ہو مگر اسے آٹا دے دیا جائے۔یہ مال بھی ہے اور حلال بھی ہے مگر بھوکے کی ضرورت کو پورا نہیں کرتا۔طیّب یہ ہے کہ خود کم کھائے اور اسے پکا ہوا کھانا دے دے جسے وہ فوراً کھا سکے۔یہ سب کچھ بتا کر یہ بھی بتا دیا کہ فلاں فلاں جگہ مال خرچ کرنا زیادہ مناسب ہے۔سبحان اللہ کیا معجزانہ اعجاز ہے۔

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کیا خرچ کرنے کے الفاظ سے صدقہ کی اقسام کا دریافت کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔یعنی ہمارا خرچ کرنا کس کس موقعہ اور کن کن لوگوں کے لئے ہو اور اس جگہ غالباً یہی مراد ہے۔پوچھنے والا اس جگہ یہ نہیں پوچھتا کہ صدقہ کس چیز کا ہو بلکہ یہ پوچھتا ہے کہ صدقہ کی کیا کیا صفات ہوں۔سو اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دے دیا کہ معیّن نہیں کتنا خرچ کرو۔ہر اچھی چیز خرچ کرو جو طیّب مال سے ہو اور جتنی توفیق ہو اس قدر دیا جائے اور ساتھ ایک بات زائد بتا دی کہ کم تم اپنے ایمان یا اپنی حالت کے ماتحت جو چاہو خرچ کرو۔نیز یہ کہ کہاں کہاں خرچ کیا جائے۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے تم کسی ایک نیکی پر حصر نہ کرو بلکہ ہر قسم کی نیکیاں بجالاؤ۔ہر خیر و برکت کا دروازہ اپنے اوپر کھولنے کی کوشش کرو کیونکہ تمہارے سامنے ایک لامتناہی زندگی ہے جس میں تمہاری روح نے قرب الٰہی کی باریک در باریک راہوں پر چلنا ہے۔پس کسی ایک یا چند نیکیوں پر اکتفا نہ کرو بلکہ خیر میں دوسروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو اور اس امر پر یقین رکھو کہ ایک علیم ہستی تمہاری ہر حرکت اور سکون کو دیکھ رہی ہے۔وہ تمہیں دنیا و آخرت میں اس کا بہترین اجر دے گی۔(ملخص از تفسیر کبیر)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں

''یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ۔'' (مشکوٰۃ مجتبائی)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور اُن کو اولاد دی جائے گی۔

اِس حدیث کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں فرمائی ہے کہ '' آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور اُن کے ہاں اولاد ہوگی۔ اِس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں ایسا نیک لڑکا عطا کرے گا جو نیکی میں اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔'' (آئینہ کمالات اسلام) نیز فرمایا '' یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اُس کی نسل سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اُس کا جانشین ہوگا اور دینِ اسلام کی حمایت کرے گا۔'' (حقیقۃ الوحی)

یہ ایک حیرت انگیز بیان ہے۔ جس میں چودہ سو سال قبل آئندہ زمانہ میں رونما ہونے والے ایک عظیم الشان واقعہ کی طرف خدائے علیم وخبیر سے اطلاع پا کر اشارہ کیا گیا ہے۔ مختلف احادیث میں مسیح اور مہدی کے آنے کا ذکر بڑی تفصیل سے ملتا ہے کہ آنے والے دور میں جو شخص مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرے گا اس کی تائید میں خدا تعالیٰ یہ نشان ظاہر فرمائے گا تا دنیا کو اسے پہچاننے میں دقت محسوس نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وہ تمام نشانات جو قرآن مجید اور احادیث میں بیان فرمائے گئے ہیں بڑی شان کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ نشان بھی ظاہر ہوا جس کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ جب سے دنیا بنی ہے ایسا نشان کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوا یعنی کسوف وخسوف کا نشان۔ پس وہ تمام علامتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی میں ظاہر ہوئیں جنہیں مخبر صادق ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پر کر بیان فرمایا تھا۔ ان میں سے ایک نشان کا تعلق نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے ساتھ تھا بلکہ اس نے آپؑ کی وفات کے بعد ایک لمبے عرصہ تک آپ کی صداقت کی گواہی دیتے رہنا تھا یعنی ایک مبشر اولاد کی بشارت کا نشان۔

مذکورہ بالا حدیث میں جو اولاد کا بیان ہے اس سے عام اولاد مراد نہیں۔ عام اولاد کا ہونا کسی نبی کی صداقت پر دلیل نہیں بن سکتا۔ اس حدیث میں ایسی اولاد کا ذکر ہے جو خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک عظیم نشان کے طور پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح موعود کی پیش گوئی کو شائع کر دیا اور فرمایا کہ یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان آسمانی نشان ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایک ایسا بیٹا عطا فرمائے گا جو حسن واحسان میں آپؑ کا نظیر ہوگا۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے خبر پائے بغیر ایسی پیش گوئی کر سکے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی خطرات میں گھری ہوئی تھی، غیر تو غیر اپنے ہم مذہب بھی خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ ایسے وقت میں کون ہمت کر سکتا تھا کہ محض اتفاقات پر بھروسہ کر کے ایک نیک صالح اور عظیم الشان بیٹے کی ولادت کی خبر شائع کر دے۔ پھر اس پیش گوئی میں ایسی خوبیاں بیان کیں کہ مجموعی طور پر ان کو پورا کر دکھانا کسی انسان کے بس کی بات نہ ہو بلکہ اس کے کسی ایک جز کو پورا کر دکھانا ہی ناممکن ہو۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس کا بیٹا سخت ذہین وفہیم ہوگا اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا اور اس کے وجود سے کلام اللہ کا شرف ظاہر ہوگا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ ایسے دعویٰ کے بعد خدا تعالیٰ اسے اولاد ہی نہ دے اور اگر اولاد پیدا بھی ہو تو کیا اعتبار کہ وہ زندہ بھی رہے۔ اگر زندہ بھی رہے تو تب بھی کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کے ذریعہ کلام اللہ کا شرف ظاہر ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی اور زمین کے کناروں تک اس کی شہرت پھیل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی انسان ایسی پیش گوئی نہیں کر سکتا۔ دنیا نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا کہ یہ نشان حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتِ بابرکت میں ظہور پذیر ہوا اور جو علامات بیان فرمائی گئی تھیں وہ تمام بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئیں اور حضرت محمد ﷺ کی صداقت وعظمت کو ظاہر کرتے ہوئے آپؑ کے غلام مسیح موعود کی سچائی پر ہمیشہ کے لئے گواہ بن گیا۔

کلام الامام

''پہلی پیش گوئی بالہام اللہ تعالیٰ واعلامہ عزّ وجل خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کواپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جوتُو نے مجھ سے مانگا۔سو میں نے تیری تضّرعات کوسنااور تیری دعاؤں کواپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفرکو(جو ہوشیارپوراورلودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کردیا۔سوقدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اوراحسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح وظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔اے مظفر تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جوقبروں میں دبے پڑے ہیں، باہر آویں۔اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہواور تاحق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر خدا ہوں، جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔اور تاوہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے ،اور خدا اور خدا کے دین اوراس کی کتاب اور پاک رسول محمد مصطفیٰ کوانکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں،ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہوجائے۔سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اُس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نوراللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے جواس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اوراپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہءتمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزندِ دلبند گرامی ارجمند۔مظہر الاوّل و الآخر ،مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السمآء۔جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔وَ کَانَ اَمْراً مَّقْضِیاً.

(مجموعہ اشتہارات جلداوّل صفحہ ۱۰۰تا۱۰۲)

فرمودات سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''پس جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ انصار اللہ کے الفاظ پر غور کریں، اس عہد پر غور کریں جو آپ اپنے اجلاسوں اور اجتماعوں میں پڑھتے ہیں۔آج آپ سے تلوار چلانے کا مطالبہ نہیں کیا جارہا، جنگ میں اپنے آپ کو جھونکنے کا مطالبہ نہیں کیا جارہا، توپوں اور گولوں کے سامنے کھڑے ہونے کا مطالبہ نہیں کیا جارہا۔مطالبہ ہے تو یہ ہے کہ اللہ کے حقوق ادا کرو، اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرو۔اپنی عبادتوں کے وہ نمونے قائم کرو جو خدام کیلئے بھی مثال بن جائیں اور اطفال کیلئے بھی مثال بن جائیں، وہ تمہاری بیویوں کیلئے بھی مثال بن جائیں اور تمہاری بچیوں کیلئے بھی مثال بن جائیں۔تمہاری مالی قربانیاں بھی ایسی ہوں جن کے نمونے سے دوسرے بھی فائدہ اٹھائیں.........

پرسوں جمعہ کو جو میں نے یوکے کی بعض جماعتوں کا جائزہ پیش کیا تھا، اس جائزہ کو آپ لوگوں کو جھنجھوڑ دینا چاہیئے۔عموماً اچھی کمائی کا وقت اور بہتر آمد کا وقت 40 سال سے 60 سال تک کی عمر کا ہوتا ہے۔اپنے وعدوں کو دیکھیں، اپنے عہدوں کو دیکھیں، اپنے اس عہد کو دیکھیں اور پھر اپنی قربانی کے معیاروں کو دیکھیں۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو تم اپنے پر خرچ کر لیتے ہو یا اللہ کی راہ میں جو تم نے خرچ کر دیا وہی بچا ہے، جو تم بچا کر چلے گئے ہو وہ تمہارے کسی کام کا نہیں، وہ تمہارا نہیں۔لیکن اپنے پر خرچ کرنے کی بھی حدیں مقرر ہیں کہ اعتدال سے خرچ کرو، جائز خرچ کرو۔جمعہ پر جو میں نے مالی جائزہ پیش کیا تھا اس میں پاکستانی احمدیوں کی قربانی سب سے زیادہ تھی۔گزشتہ سال سے کُل قربانی میں اضافہ بھی ان کا سب سے زیادہ تھا اور ان کے گزشتہ سال کی نسبت اضافہ بھی بہت زیادہ تھا۔آپ لوگوں کی اکثریت جو اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہے وہیں سے آئی ہوئی ہے۔کیا وجہ ہے کہ جب آپ وہاں ہوتے ہیں تو باوجود خراب حالات ہونے کے قربانیاں کرتے ہیں، یہاں آتے ہیں تو دوسری ضروریات کا خیال آجاتا ہے؟ پس اس طرف توجہ دیں۔آج اس وقت اس دور میں آپ یہاں جو معیار قائم کریں گے وہی اس جماعت کی مثال بن جائے گی۔جتنے بلند معیاروں تک آپ آئندہ نسلوں کو لے جانا چاہتے ہیں انہیں بلند معیاروں کو آپ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ٹارگٹ مقرر کرنے ہوں گے۔پس آئندہ نسلوں کو ان قربانیوں کی طرف توجہ دلانے کیلئے بھی آپ کو اپنی قربانیوں کے معیار بڑھانے ہونگے۔

یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ تحریک جدید میں شمولیت میں بھی بہت گنجائش ہے اس طرف بھی بہت توجہ کی ضرورت ہے۔بعض جماعتوں میں نصف سے بھی زائد ایسے لوگ ہیں جو تحریک جدید میں شامل نہیں ہوئے۔شاید اسی طرح وقف جدید میں بھی ہو تو انصار یہ ذمہ داری اب لیں کہ تعداد کو بڑھانے میں آپ نے اپنا ایک کردار ادا کرنا ہے۔پہلے انصار اللہ اپنا جائزہ لیں کہ وہ سو فیصدی تحریکات میں شامل ہیں۔پھر اپنے بیوی بچوں کو شامل کرنے کی کوشش کریں۔

جب ان قربانیوں کی طرف توجہ ہوگی تو پھر نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ لگانے کے بعد آپ کا ایک بہت بڑا کام جیسا کہ آپ کے عہد میں بھی ہے، خلافت کی حفاظت کرنا ہے۔دعائیں کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے فرائض کی مکمل ادائیگی کرتے ہوئے اپنے اور اپنے بیوی بچوں میں خلافت کی مکمل اطاعت کی روح پیدا کریں۔اس جذبے کو بڑھائیں، سطحی نظر سے نہ دیکھیں کہ مومنین کی جماعت سے انعام کا وعدہ ہے۔ان الفاظ پر غور کریں کہ کن سے خلافت کا وعدہ ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی اس انعام کے جاری رہنے کا وعدہ ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ یہ جاری رہے گا اور ضرور جاری رہے گا لیکن جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ اپنے معیار ایسے بلند کریں جو ایک حقیقی مومن کے ہونے چاہئیں تاکہ آپ بھی انہی لوگوں کی صف میں شامل رہیں جن سے اس انعام کا وعدہ ہے۔اپنے بچوں کی صرف دنیاوی تعلیم پر ہی نظر نہ رکھیں بلکہ ان کو گھروں میں بھی دینی ماحول مہیا کریں۔اپنے بچوں کو مسجدوں کے ساتھ، نماز سنٹروں کے ساتھ جوڑیں، انہیں دین کا علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔انہیں قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں۔ایک دفعہ تو مائیں کسی طرح بچوں کو قرآن کریم پڑھا دیتی ہیں یا کسی ذریعہ سے، مددسے پڑھا دیتی ہیں اور بچے کی آمین بھی ہو جاتی ہے لیکن اس کے بعد پھر نگرانی نہیں ہوتی، تو یہ باپوں کا کام ہے کہ ان بچوں کو توجہ دلاتے رہیں''

(خطاب انصار اللہ یوکے سالانہ اجتماع 5 نومبر 2006)

ایک تاریخ ساز سفر

حضرت مصلح موعودؓ کا پہلا سفر یورپ

(ڈاکٹر شمیم احمد)

اللہ تعالیٰ بعض دفعہ اپنے انبیاء کے ساتھ ایسے وعدے کرتا ہے جن کا تعلق بظاہر اُن کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ ہوتا ہے مگر اُس کے مخفی در مخفی اسرار میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ وہ وعدے اُن کے خلفاء کے وقت میں پورے ہوں۔ دراصل اس میں بعض حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ انبیاء کی بظاہر بے وقت وفات پران کے دشمنوں کو ایک خوشی حاصل ہوتی ہے کہ اُن کی بعض پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں اس لئے ان کا نبی کو جھٹلانا جائز تھا۔ مگر انبیاء کے خلفاء کے دور میں جب وہ پیش گوئیاں من وعن پوری ہو جاتی ہیں تو اس سے دشمن کی خوشیاں پامال ہو جاتی ہیں۔ دوسرے جب وہ پیش گوئیاں ان کے خلفاء کے وقت میں پوری ہوتی ہیں تو وہ اُن انبیاء کی صداقت پر گواہ بن جاتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی جماعت کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارضِ مقدس کا وعدہ دیا گیا تھا مگر وہ راستہ میں ہی وفات پا گئے مگر آپؑ کے پیروکار بالآخر ارضِ مقدس میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کو کشفی حالت میں قیصر و کسریٰ کے محلات اور ان کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی گئیں مگر یہ وعدے آپؐ کے خلفاء کے دور میں بڑی شان کے ساتھ پورے ہوئے اور ہمیشہ کے لئے آپؐ کی صداقت کے گواہ بن گئے۔ اسی طرح امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بشارات دی تھیں جن کے تحت بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپؑ کو مغرب کی طرف سفر کرنا پڑے گا۔ مگر دراصل یہ بشارت تھی کہ آپؑ کے خلفاء کو مغرب کی طرف سفر کرنا پڑے گا اور اُس کے نتیجہ میں آپؑ کی تبلیغ اور آپ کا پیغام مغربی ممالک میں بھی پہنچایا جائے گا اور مغربی ممالک کے رہنے والے بھی اسلام کے نور سے منور ہوں گے۔ یہ بشارت ایسے مشکل وقت میں دی گئی جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کا دائرہ کار صرف ہندوستان تک ہی محدود تھا۔ گو آپؑ کا پیغام اشتہارات کی صورت میں یورپ اور امریکہ تک پہنچ چکا تھا اور آپؑ کی مبارک زندگی میں ہی وہاں کے بعض لوگ ایمان لے آئے تھے لیکن ہندوستان سے باہر کوئی باقاعدہ مشن قائم نہیں تھا۔ ایک طرف بے سروسامانی کا عالم اور بہت ہی محدود وسائل تھے مگر دوسری طرف خدا تعالیٰ کا وعدہ کہ آپؑ کی تبلیغ زمین کے کناروں تک پہنچا دی جائے گی۔ اس مضمون میں مغرب کی طرف ایک تاریخ ساز سفر کا ذکر کیا جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہوتے ہیں۔

سفر کی پیش گوئیاں

مغرب کی طرف سفر کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف لطیف ''ازالہ اوہام'' میں اپنی ایک مبارک رویاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اُس کے میں مذہبی حالت نہایت خراب ہو گی اور وہ انہیں روحانی پانی عطا کرے گا۔ نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے رنگ سفید تھے'' (ازالہ اوہام صفحہ 377)

مغرب کی طرف سفر کے سلسلہ میں دوسرا اشارہ اس بات سے بھی ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو ذوالقرنین کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں مذکورہ ذوالقرنین کو مغرب کی طرف سفر کرنا پڑا تھا جیسا کہ سورۃ کہف میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح اس زمانے کے امام کو جسے ذوالقرنین بھی کہا گیا ہے مغرب کی طرف سفر کرنا پڑے گا اور وہ مغربی ممالک اور اُن میں بسنے والی عیسائی اقوام کی اصلاح پر کمربستہ ہوگا۔ مسیح موعود کو جو ذوالقرنین کہا گیا ہے اُس کی تفصیل آپؑ نے اپنی تصنیفِ لطیف ''براہینِ احمدیہ'' حصہ پنجم میں اور ''لیکچر لاہور'' میں بیان فرمائی ہے جس کا مطالعہ ازدیادِ ایمان کا باعث بنتا ہے۔ اُس میں آپؑ نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے وہ مغربی ممالک کی طرف متوجہ ہوگا اور اُن کو گدلے پانی کے چشمہ پر بیٹھا ہوا پائے گا یعنی اُن کی

مغرب کی طرف سفر کے سلسلہ میں تیسرا واضح اشارہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''حمامۃ البشریٰ'' میں ملتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ثم یسافر المسیح الموعود او من خلیفة من خلفائه الی ارض دمشق'' (حمامۃ البشریٰ صفحہ 225) یعنی مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سرزمینِ دمشق کا سفر اختیار کرے گا۔ یہ ایک حیرت انگیز تحریر ہے جس میں بڑی وضاحت کے ساتھ دو پیش گوئیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ایک تو دمشق کی طرف سفر کی پیش گوئی فرمائی گئی ہے اور وہ بھی ایسے حالات میں جب کہ ملک شام کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تشریف لے جانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس تحریر میں دوسری بڑی روشن پیش گوئی یہ بیان فرمائی گئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپؑ کی جماعت میں خلافت کا نظام جاری ہوگا اور اگر حضرت مسیح موعود خود نہیں تو آپؑ کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کی سرزمین کو اپنے قدموں سے برکت بخشے گا۔ یہ تحریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک بڑی روشن اور بیّن دلیل ہے۔ جب تک کسی انسان کی پشت پر خدائے علیم وخبیر کی ذات نہ ہو ناممکن ہے کہ وہ ایسی بات احاطہ تحریر میں لا سکے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا اور نہ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دور میں ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہ

دمشق اور مغرب کی طرف سفر فرماتے۔ لیکن جیسا کہ خدائے علیم وخبیر نے اطلاع دی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسمانی وروحانی فرزند اور خلیفہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مبارک دور میں یہ پیش گوئی بڑی شان سے پوری ہوئی اور دمشق کی سر زمین کو آپؓ کی پذیرائی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح مذکورہ بالا بشارتوں کے تحت آپؓ نے مغرب کا سفر بھی اختیار فرمایا۔ چونکہ ان واقعات کا تعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذات کے ساتھ تھا اس لئے حضورؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت عرصہ قبل ایک رؤیا میں سفرِ یورپ کا نظارہ دکھلایا تھا۔ یہ رؤیا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک دلیل ہے۔ ایک رؤیا میں آپؓ نے دیکھا کہ آپؓ لنڈن شہر میں ہیں اور ایک جلسہ میں شامل ہیں۔ مسٹر لائڈ جارج (سابق وزیر اعظم برطانیہ) اس جلسہ میں تقریر کررہے ہیں کہ یکدم اُن کی حالت بدل گئی اور انہوں نے دہشت زدہ ہوکر کہا کہ مجھے ابھی خبر آئی ہے کہ مرزا محمود امام جماعت احمدیہ کی فوجیں عیسائی لشکر کو دباتی چلی آتی ہیں اور مسیحی لشکر شکست کھا رہا ہے (تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 428)۔

اسی طرح ایک اور رؤیا میں آپؓ نے دیکھا کہ "میں انگلستان کے ساحلِ سمندر پر کھڑا ہوں جس طرح کہ کوئی شخص تازہ وارد ہوتا ہے اور میرا لباس جنگی لباس ہے، میں ایک جرنیل کی حیثیت میں ہوں.....اُس وقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ کوئی جنگ ہوئی ہے اور اُس میں مجھے فتح ہوئی ہے اور میں اس کے بعد میدان کو ایک مدبر جرنیل کی طرح اس نظر سے دیکھ رہا ہوں کہ اب مجھے فتح سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کس طرح حاصل کرنا چاہیئے.....اتنے میں ایک آواز آئی (William the conqueror) ولیم دی کنکر یعنی ولیم (اولوالعزم) فاتح۔

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 428)

سفر یورپ کی غرض و غایت

یورپ کا سفر اختیار کرنے کی ظاہری وجہ تو لنڈن میں ویمبلے کانفرنس میں شرکت کرنا تھی جس کے لئے آپؓ کو دعوت دی گئی تھی جس کی تفصیل بعد میں درج کی جائے گی مگر اس کے پیچھے خدا تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں کارفرما تھیں جن کا تعلق آئندوں زمانوں کے ساتھ تھا۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اُس وقت فرمایا تھا اُس سفر کا مقصد اسلام کی تبلیغ کے لئے نکلنا نہیں تھا بلکہ مغربی ممالک میں اسلام کی آئندہ تبلیغ کے لئے حالات کو جانچنے اور اُس کے لئے سکیمیں تیار کرنا تھا۔ اگر صرف تبلیغ کے لئے جانا ہوتا تو وہ ایک محدود کام ہوتا مگر خدا تعالیٰ کی تقدیر میں یہ بات شامل تھی کہ اُس سفر کے نتیجہ میں احمدیت کی آئندہ ترقی کی بنیاد رکھ دی جائے اور آئندہ کے لئے تبلیغ کے راستے کھول دیئے جائیں۔ پھر یہ بھی ضروری تھا کہ مغربی ممالک میں تبلیغ کے لئے خلیفۃ المسیح خود اُن ممالک کی حالت دیکھے اور مناسب اقدام کرے۔

یہ ایک عظیم الشان کام تھا جو خلیفۃ المسیح کے علاوہ کوئی اور نہ کرسکتا تھا کیونکہ اُس کا تعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی کے ساتھ تھا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے سے تھا۔ اُس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے بعض بہت مخلص بزرگوں اور سرکردہ احباب کی رائے تھی کہ حضرت صاحب خود سفر پر نہ جائیں کیونکہ اُن ممالک میں سلسلہ کی عظمت پوری طرح قائم نہ تھی اس لئے اُن کے نزدیک خلیفۃ المسیح کا سفر کرنا سلسلہ کی شان کے خلاف ہوسکتا تھا۔ دوسری طرف جماعت کے مالی حالات اس قدر کمزور تھے کہ سفر کے اخراجات کا بوجھ اٹھانا بہت مشکل نظر آتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمام رکاوٹوں کو خود دور فرمادیا اور اُس سفر کے دوران جن کاموں کی بنیاد رکھی گئی اُن کے عالی شان نتائج آج ہم دیکھ رہے ہیں اور اُن شیریں اثمار سے ہر احمدی لطف اندوز ہورہا ہے۔

ویمبلے کانفرنس

1924ء کا سال صرف مغرب میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں تبلیغی نقطہ نگاہ سے ایک انقلاب انگیز سال قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس سال حضرت مصلح موعودؓ نے یورپ کا پہلا سفر اختیار فرمایا جس کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ کا سفر ایک نئی شان کے ساتھ ایک نئے دور میں داخل ہوگیا۔

تقریباً 1922ء سے لنڈن میں ایک تجارتی نمائش کی تیاریاں شروع کردی گئیں تھیں جس میں انگریزی حکومت کے تمام ملکوں سے ہر قسم کی پیداوار اور صنعتی چیزوں کی نمائش کا پروگرام بن رہا تھا۔ اس میں اندازہ تھا کہ کروڑوں لوگ اُس نمائش کو دیکھنے کے لئے آئیں گے۔ خیال تھا کہ ہر ملک سے تعلیم یافتہ طبقہ اُس نمائش میں شامل ہو گا۔ اس نمائش کے ساتھ ایک بین الاقوامی مذہبی کانفرنس کے انعقاد کا بھی پروگرام بن گیا۔ 1924ء کے اوائل میں سوشلسٹ لیڈر مسٹر ولیم لافٹس ہئیر (Willam Lofts Here) نے تجویز پیش کی کہ ویمبلے کی عالی شان نمائش کے ساتھ ساتھ ایک مذہبی کانفرنس بھی منعقد کی جائے اور برطانوی مملکت میں بسنے والے مختلف مذاہب کے نمائندگان کو مدعو کیا جائے کہ وہ اس کانفرنس میں شریک ہوکر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ لنڈن یونیورسٹی کے مدرسہ علوم شرقیہ (The School Of Oriental Studies) کے زیرِ انتظام کانفرنس کے انعقاد کے لئے ایک کمیٹی قائم کردی گئی۔ کانفرنس کے لئے 22 ستمبر 1924ء تا 3۔اکتوبر 1924ء کی تاریخیں تجویز کی گئیں۔ کمیٹی نے مندرجہ ذیل مذاہب کے مقررین کا انتخاب کیا ہندو مت، اسلام، بدھ ازم، پارسی مذہب، جینی مذہب، سکھ ازم، برہمو سماج، آریہ سماج اور کنفیوشس ازم وغیرہ۔

حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب اُس وقت لنڈن میں تھے جب آپ کو اس کانفرنس کا علم ہوا تو آپ نے ویمبلے کانفرنس کی کمیٹی کے جائنٹ سیکرٹری ایم۔ایم شارپلز اور نائب صدر سر تھامس آرنلڈ سے ملاقات کی اور تصوف کے لئے حضرت مولانا روشن علی صاحب کا نام تجویز کیا مگر ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ وہ امام جماعت احمدیہ کی اجازت کے بغیر نہ آسکیں گے۔ جب کمیٹی میں یہ نام پیش ہوئے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں بھی شرکت اور خطاب کی درخواست کی جائے اور ساتھ حافظ روشن علی صاحب کو بھی لانے کی گزارش کی جائے۔

جب یہ دعوت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں قادیان پہنچی تو 26 مئی 1924ء کو حضور نے مجلسِ شوریٰ بلائی تا کہ مشورہ لیا جا سکے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب کا مشورہ تھا کہ یہ تبلیغ اسلام کا ایک نادر موقعہ ہے اس کے لئے حضور کا خود تشریف لے جانا مناسب ہوگا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بیرونی جماعتوں سے بھی مشورہ کے لئے ایک خط بھجوایا جس میں آپؓ نے تحریر فرمایا: "اس انجمن نے اپنے جلسہ میں تقریر پڑھنے کی مجھے بھی دعوت دی ہے اور درخواست کی ہے کہ میں خود وہاں جا کر اپنے سلسلہ کے متعلق ان کو علم اور واقفیت بہم پہنچاؤں۔ ایسے عظیم الشان موقعہ سے تبلیغ کا فائدہ اٹھانا تو ہمارا فرض ہے کیونکہ ایسا موقعہ کہ اس کثرت سے ساری دنیا کے ملکوں کے اعلیٰ طبقوں کے لوگ جمع ہوں اور گویا ساری دنیا ایک ہی وقت میں اکٹھی ہو جائے روز بروز نہیں ملتا۔ اس نمائش کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ سو سال تک ایسی بڑی نمائش پھر انگریزوں کے لئے کرنی مشکل ہوگی۔ اس وقت گویا انگلستان میں بیٹھ کر ہم ساری دنیا کو خدا کا پیغام پہنچا سکتے ہیں اور کروڑوں آدمیوں کو سلسلہ کی حقیقت سے واقف کر سکتے ہیں اور دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہ سکتا جو اس ذریعہ سے سلسلہ سے واقف نہ ہو جائے مگر سوال یہ ہے کہ یہ کام کس طرح کیا جائے؟ میں نے اس مذہبی کانفرنس کی دعوت پر قادیان کے احباب کو جمع کر کے مشورہ لیا تھا۔ سولہ احباب میں سے گیارہ کا مشورہ یہ تھا کہ اس موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے اور آپ کو خود جانا چاہیئے اور مہینہ ڈیڑھ مہینہ رہ کر نہ صرف مذہبی کانفرنس میں شامل ہوں بلکہ اس سے پہلے اور بعد میں انگلستان اور دوسرے ممالک کے لوگوں کو ملاقات کا موقعہ دے کر سلسلہ کی طرف ان کی توجہ کو کھینچیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ ہر مذہب اور علم کے جاننے والے لوگ وہاں جمع ہوں گے اس لئے اس موقعہ پر صرف میرے ہی جانے سے ان لوگوں کو فائدہ ہو سکتا ہے اور دوسروں کے جانے سے ان کی توجہ نہ اس طرف منعطف ہوگی نہ دوسروں کی باتوں سے ان کو ایسی تسلی ہوگی۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ساری دنیا کو خبردار کر دینے سے تمام دنیا کی حق کی طالب روحیں سلسلہ کی تحقیق میں لگ جائیں گی اور شائد بعض ملک آپ ہی اپنے ملک میں مشن قائم کرنے کی درخواست کریں۔" (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 426)

آج سے 80 سال قبل دنیا کے حالات اور خاص طور پر جماعت احمدیہ کے حالات بہت مختلف تھے۔ اتنا لمبا سفر اور پھر اس کی تیاریاں اور مالی بوجھ اور اس پر حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتی مشکلات اس قدر تھیں کہ جس شخص کو ان کا اندازہ ہو وہ تعجب سے دیکھتا ہے کہ ایسے حالات میں سفر پر جانے کے لئے تیار ہو جانا کس قدر ہمت اور جوانمردی کا کام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو پیش گوئی مصلح موعود میں بتایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اس لئے آپؓ نے بڑے عزم کے ساتھ توکل الی اللہ کے ساتھ اس سفر پر جانے کا ارادہ کر لیا۔ حضورؓ نے خود بھی بہت دعائیں کیں اور احباب جماعت نے بھی دعاؤں سے تعاون کیا۔ چالیس احباب نے استخاروں سے اعانت کی جن سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ کا سفر پر جانا موجب برکت ہوگا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 25 جون 1924ء کو سفر پر جانے کے فیصلہ کی اطلاع جماعت کو دیتے ہوئے فرمایا: "ہماری جماعت کا کام ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کرنا ہے اور چونکہ ساری دنیا کو اسلام کے حلقہ میں لانا ہمارا فرض ہے اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے متعلق ہم ایک مکمل نظام تجویز کریں..... اس نظام کے مقرر کرنے کے لئے ضروری ہے خلیفہ مغربی ممالک کی حالت کو وہاں جا کر دیکھے..... پس مغربی ممالک میں تبلیغ کے کام کو اگر ہم نے جاری رکھنا ہے اور اگر اس پر جو روپیہ خرچ ہوتا ہے اس کی خدا تعالیٰ کو جوابدہی سے عہدہ براہ ہونا ہے تو ضروری ہے کہ خود خلیفہ وقت ان علاقوں میں جا کر ان کی مشکلات کو دیکھے اور وہاں کے ہر طبقہ کے لوگوں سے مشورہ کر کے ایک سکیم تجویز کرے..... پس ان ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مذہبی کانفرنس کی تحریک کو ایک خدا کی تحریک سمجھ کر اس وقت باوجود مشکلات کے اس سفر کو اختیار کروں۔ مذہبی کانفرنس میں شمولیت کی غرض سے نہیں بلکہ مغربی ممالک کی تبلیغ کے لئے ایک مستقل سکیم تجویز کرنے اور وہاں کے تفصیلی حالات سے واقف ہونے کے لئے کیونکہ وہ ممالک ہی اسلام کے راستہ میں ایک دیوار ہیں جس دیوار کا توڑنا ہمارا مقدم فرض ہے (الفضل 24 جون 1924ء)

"احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کی تصنیف

مذاہبِ عالم کی کانفرنس میں پڑھنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مضمون لکھنا شروع کر دیا جس کا نام "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" تجویز فرمایا۔ شدید گرمی کے ایام میں جبکہ حضورؓ بیمار بھی ہو گئے یہ مضمون چند دنوں میں ایک کتاب کی صورت اختیار کر گیا۔ چونکہ مضمون بہت لمبا ہو گیا تھا اس لئے بعد میں اس کا خلاصہ تیار کر کے اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ تیار کیا گیا اور اُس کی ایک نقل کانفرنس کے منتظمین کو بھی بھجوا دی گئی۔ اس مضمون میں حضور انورؓ نے اسلام کی جامع اور دلکش تصویر کو پیش کیا کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کے ذریعہ علیم خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے اور یہی ایک مذہب ہے جس کے ذریعہ زندہ خدا سے زندہ تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اسی مضمون میں حضورؓ نے اسلام کے اخلاق، نظامِ تمدن اور نظامِ ملکی کے متعلق تحریر کیا کہ قرآن مجید نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی لیگ آف نیشنز کا بین الاقوامی سطح پر ایک خاکہ پیش کر رکھا ہے۔ یہ اس وقت بیان فرمایا گیا جب کہ چودہ سو سال قبل لیگ آف نیشنز کا کوئی تصور بھی نہ پایا جاتا تھا۔ جب تک خدا تعالیٰ کے بیان فرمودہ نظام کی خصوصیات اور بین الاقوامی انصاف کے تقاضوں کو مدِ نظر نہ رکھا جائے گا اس وقت تک عالمی سطح پر امن قائم نہیں ہو سکے گا۔ اگر حضورؓ کی پیش گوئی کو آج کے حالات پر منطبق کر کے دیکھیں تو اس کی سچائی روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

سفر کے لئے روانگی

سفر کی تیاری کے لئے حضورؓ کو بہت کم وقت ملا تھا۔ تیاریوں کے ساتھ ساتھ معمول کے کام جاری رہے۔ چھ ہزار میل کا سفر اور صدیوں کی تبلیغ کے لئے سکیمیں بنانے کی تجویز اور حالت یہ کہ وقت اور یکسوئی میسر نہ تھی۔ سفر پر روانگی سے قبل حضور

انورؓ نے قادیان میں نیابتی نظام کو قائم فرمایا۔حضورؓ نے اپنے بعد حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کو امیر اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو ان کا نائب مقرر فرمایا۔اس کے علاوہ ایک مجلس شوریٰ مقرر فرمائی جس کے چودہ ممبر مقرر فرمائے۔مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ راستہ پر چلتے چلتے ایک مجاہد کو جو کسی دور کے ملک کے لئے روانہ ہو رہے تھے نہایت اہم امور کے لئے نوٹ لکھواتے رہے اور ہدایات دیتے رہے۔

12 جولائی 1924ء کو سفر پر روانگی کا دن تھا۔اُس روز حضورؓ اپنے آقا و مطاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔قادیان اور باہر سے آمدہ لوگوں کا ایک ہجوم اپنے آقا اور امام کو الوداع کہنے کے لئے حاضر تھا۔حضور انورؓ نے سب کو شرفِ مصافحہ بخشا اور اس کے بعد موٹروں میں سوار ہو کر بٹالہ کے لئے روانہ ہو گئے۔اُس تاریخ ساز سفر میں مندرجہ ذیل خوش نصیب احباب جماعت کو اپنے آقا کے ہمرکاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

(1) حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ (2) حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ صاحب (3) حضرت مولوی عبد الرحیم دردؓ صاحب (4) حضرت خان صاحب ذو الفقار علیؓ صاحب (5) حضرت حافظ روشن علیؓ صاحب (6) حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب (7) حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب (8) حضرت بھائی عبد الرحمٰنؓ صاحب قادیانی (9) حضرت عبد الرحمٰن صاحب مصری (10) چوہدری علی محمدؓ صاحب (11) میاں رحم دین صاحب۔ان کے علاوہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جو حضور انورؓ کے ترجمان خصوصی کی حیثیت سے جا رہے تھے، پہلے ہی انگلستان روانہ ہو چکے تھے۔اسی طرح چوہدری محمد شریف صاحب وکیل بھی اپنے خرچ پر حضور کے ہمراہ گئے۔

حضور قادیان سے روانہ ہو کر بٹالہ پہنچے اور پھر وہاں سے ٹرین کے ذریعہ دہلی تک کا سفر کیا۔ٹرین کے اس طویل سفر میں جا بجا احمدی احباب مختلف سٹیشنوں پر حضورؓ کے استقبال کے لئے آتے رہے۔15 جولائی 1924ء کو حضورؓ اپنے رفقاء کے ساتھ بمبئی کی بندرگاہ پر بحری جہاز پر سوار ہونے کے لئے تشریف لے گئے اور عرشہ جہاز سے جماعت کے نام ایک برقی پیغام دیا جس میں فرمایا: ''تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ مجھے کس قدر محبت تم سے ہے۔...یہ جدائی صرف جسمانی ہے۔میری روح ہمیشہ تمہارے ساتھ تھی اور رہے گی۔میں زندگی میں یا موت میں تمہارا ہی ہوں''

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 435)

سفر کی منازل

بحری جہاز کے سفر کے پہلے دن ہی سے حضور اور آپ کے رفقاء کی طبیعت سمندری مرض کی وجہ سے ناساز رہنے لگی۔کئی روز تک سمندر میں تلاطم کی وجہ سے حالت اور بھی تشویش ناک ہو گئی۔جہاز کی رفتار بھی بہت کم کرنی پڑ گئی۔خود حضور انورؓ کو سر درد، بخار اور متلی کی شکایت ہو گئی۔ان حالات میں بھی حضورؓ اپنے ساتھیوں کا خیال رکھتے رہے اور نماز باجماعت کا التزام رکھا۔حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز نماز کے بعد حضورؓ مصلے پر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ جہاز کے ڈاکٹر نے جو اٹلی کا باشندہ تھا دیکھ کر کہا Jesus Christ and twelve disciples یعنی یسوع مسیح اور بارہ حواری۔جہاز میں بھی حضورؓ نے تبلیغ جاری رکھی۔

آٹھویں دن 23 جولائی 1924ء کو جہاز عدن پہنچا۔اس کے آگے پورٹ سعید تک کا بحری جہاز کا سفر درپیش تھا۔اس دوران حضورؓ نے جماعت کے نام دوسرا خط تحریر فرمایا ''اے قوم میں ایک نذیر عریاں کی طرح تجھے متنبہ کرتا ہوں کہ اس مصیبت کو (جو اسلام پر ہے) کبھی نہ بھولنا۔اسلام کی شکل کو کبھی بدلنے نہ دینا۔جس خدا نے مسیح موعود کو بھیجا ہے وہ ضرور کوئی راستہ نجات کا نکال دے گا پس کوشش نہ چھوڑنا۔نہ چھوڑنا نہ چھوڑنا۔آہ نہ چھوڑنا۔میں کس طرح تم کو یقین دلاؤں کہ اسلام کا ہر ایک حکم ناقابل تبدیل ہے خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا......جو اس کو بدلتا ہے وہ اسلام کا دشمن ہے۔وہ اسلام کی تباہی کی پہلی بنیاد رکھتا ہے........یورپ سب سے بڑا دشمن اسلام کا ہے۔وہ مانے نہ مانے، تمہاری کوشش کا کوئی اثر ہو نہ ہو تم کو اسے نہیں چھوڑنا چاہئیے۔اگر تم دشمن پر فتح نہیں پا سکتے تو تمہارا یہ فرض ہے کہ اس کی نقل و حرکت کو دیکھتے رہو اور پھر میں کہتا ہوں کہ یہ کس کو کس طرح معلوم ہوا کہ یورپ آخر اسلام قبول نہیں کرے گا۔یورپ کے لئے اسلام کا قبول کرنا مقدر بن چکا ہے۔ہمارا فرض ہے کہ ہم دیکھیں کہ وہ ایسی صورت سے اسلام قبول کرے کہ وہ اسلام ہی کو نہ بدل دے۔''

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 439)

پورٹ سعید سے ایکسپریس گاڑی سے حضورؓ قاہرہ تشریف لے گئے اور وہاں دو دن قیام فرمایا۔قاہرہ سے حضورؓ دمشق کی روانہ ہوئے اور راستہ میں دو دن کے لئے بیت المقدس مقاماتِ انبیاء کی زیارت کے لئے ٹھہر گئے۔بیت المقدس میں سے مندرجہ مقامات قابل ذکر ہیں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کی قبور اور وہ مقام جہاں حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی تھی اور بعد میں اسے مسجد بنا دیا گیا تھا اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی جگہ یعنی بیت لحم کی زیارت کی۔

دمشق میں قیام

فلسطین سے دمشق کو روانگی ہوئی تو ایک رات حیفا میں ٹھہرنا پڑا۔4۔اگست 1924ء کو حضور معہ قافلہ کے دمشق میں رونق افروز ہوئے اور 9۔اگست تک وہاں قیام فرمایا۔وہاں حضور انورؓ کی آمد کا بہت چرچا ہوا اور بے شمار لوگ حضور انور کی زیارت کے لئے آتے رہے حتیٰ کہ پولیس کو انتظام کا فکر لاحق ہو گیا۔کالجوں کے طالب علم اور پروفیسر آتے رہے اور جو حضور انور ارشاد فرماتے وہ اسے لکھتے جاتے۔اگر کوئی لفظ رہ جاتا تو کہتے یا استاذ! ذرا ٹھہرئیے! یہ لفظ رہ گیا ہے۔گویا

انجیل کا وہ نظارہ تھا کہ جہاں مسیح کو استاد کر کے مخاطب کئے جانے کا ذکر ہے۔ چند مولویوں نے مخالفت میں بولنا چاہا تو تعلیم یافتہ لوگوں نے انہیں ڈانٹ دیا۔ دمشق کے اخبارات نے لمبے لمبے تعریفی مضامین شائع کئے۔ دمشق کے تعلیم یافتہ طبقہ نے نہایت گہری دلچسپی لی۔ تمام وہ اخبارات جن میں حضوانورؓ کے دورہ کی خبریں شائع ہوتی تھیں کثرت سے فوراً فروخت ہوجاتے تھے۔

دمشق تا برنڈزی کا سفر: حضورانورؓ دمشق سے روانہ ہوکر بیروت سے ہوتے ہوئے حیفا پہنچے اور دوسرے روز پورٹ سعید کی بندرگاہ کے لئے تشریف لے گئے۔ 13۔اگست 1924ء کو آپ کا جہاز برنڈزی (اٹلی) کے لئے روانہ ہوا۔ 17۔اگست کو حضور مع خدام برنڈزی پہنچ کر روم کے لئے روانہ ہوئے جو عیسایت اور پوپ کا مرکز ہے۔ روم میں چار روز قیام رہا اور اس دوران اخبارات کے نمائندگان نے آپ کے انٹرویو لئے اور فوٹو گرافروں نے تصاویر بنائیں۔ حضورانورؓ نے اٹلی کے وزیر اعظم مسولینی سے بھی ملاقات کی اور اسے سلسلہ کے اغراض و مقاصد بتائے۔ مسولینی نہایت اکرام سے پیش آیا۔ آپ کا ارادہ پوپ سے بھی ملاقات کا تھا مگر اس نے ان دنوں ملاقاتوں کا سلسلہ بند کر دیا تھا۔ روم میں حضورانورؓ نے اصحاب کہف کی غاریں بھی دیکھیں۔

کے بعد تو برطانوی اخبارات نے کثرت سے حالات اور تصاویر شائع کرنی شروع کر دیں حتیٰ کہ ایک کیتھولک اخبار کو لکھنا پڑا کہ سارا برطانوی پریس ایک سازش کا شکار ہوکر رہ گیا ہے اور اتنی اہمیت تو کسی بڑے سے بڑے لارڈ کو نہیں دی گئی۔ اس کے علاوہ فلموں میں آپ کے اور رفقاء کی آمد کے مناظر دکھائے گئے۔

لنڈن پہنچ کر حضورؓ نے اپنے رفقاء کے سپرد مختلف کام کر دیئے۔ قیام کے پہلے ہفتہ کے دوران آپؓ نے ''ایوننگ سٹینڈرڈ'' او20۔اگست 1924ء کو حضور روم سے فرانس کے لئے روانہ ہوئے اور کیلے (فرانس) سے رود بارِ انگلستان کو عبور کرتے ہوئے ڈوور (Dover) پہنچے۔ ڈوور سے گاڑی کے ذریعہ لنڈن کے وکٹوریہ سٹیشن پہنچ گئے۔ سلسلہ کے مبلغ اور دوسرے احباب استقبال کے لئے حاضر تھے۔ اس کے بعد حضور لنڈن کے سینٹ پال کے گرجا کے سامنے دعا کے لئے تشریف لے گئے اور اسلام کی کامیابی اور کسرِ صلیب کے لئے دعا کی۔

لنڈن میں قیام اور مصروفیات

جس دن سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لندن کے سفر کے لئے رانہ ہوئے تھے اسی دن سے برطانوی اخبارات میں آپ کی آمد کا چرچا تھا مگر لنڈن میں ورود ''سٹار'' کے نمائندوں کو انٹرویو دیا۔ اس ہفتہ میں حضورانورؓ نے انگلستان کے اخبارات کے نمائندوں کو دعوت دی جس میں مذہبی کانفرنس کی انتظامیہ کے بعض ممبر بھی شامل ہوئے۔ اس دعوت میں حضورؓ نے اہلِ انگلستان کے نام ایک مفصل پیغام دیا جس میں فرمایا میں اس محبت اور اخلاص کی وجہ سے جو بنی نوع انسان سے رکھتا ہوں اور جو میں سمجھتا ہوں کہ بانی سلسلہ کی صحبت اور اسلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے انگلستان آیا ہوں۔ میں اُن پیشگوئیوں کی وجہ سے جو بانی سلسلہ احمدیہ نے کیں اس امر پر یقین رکھتا ہوں کہ مغرب جلد ان صداقتوں کو قبول کرے گا جو بانی سلسلہ احمدیہ جن کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی اور کل مذاہب کے موعود ہونے کا تھا لائے تھے۔ حضورانورؓ نے مغرب کو سنجیدگی کے ساتھ اسلام کے پیغام اور حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی طرف غور کرنے کی دعوت دی جو یہ کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ ان سے اسی طرح بولتا تھا جس طرح وہ پہلے انبیاء کے ساتھ ہمکلام ہوا کرتا تھا اور اگر وہ اس طرف توجہ کریں گے تو وہ اسی طرح خدا کا جلال اپنے اندر پائیں گے اور اس کا کلام سنیں گے جس طرح پہلے انبیاء کے حواریوں نے محسوس کیا تھا۔

لنڈن میں قیام کے دوسرے ہفتہ حضورانورؓ برائٹن تشریف لے گئے اور جنگِ عظیم میں جان دینے والے سپاہیوں کی یادگار پر دعا کی۔ دعا سے پہلے ایک تقریر بھی فرمائی جس کی تصویریں بھی تیار کی گئیں اور دنیا بھر کے سینما گھروں میں دکھائی گئیں۔ 9 ستمبر 1924ء کی شام کو ''ایسٹ اینڈ ویسٹ یونین'' کے اجلاس میں انگریزی زبان میں پہلا لیکچر دیا جو بہت پسند کیا گیا۔ 13 ستمبر کو حضور نے پورٹ سمتھ میں دو لیکچر دیئے۔ ایک ''مسیح کی آمدِ ثانی'' اور دوسرا ''پیغام آسمانی'' پر۔

21 ستمبر کی شام کو آپ نے کرنل ڈگلس سے ملاقات کی۔ یہ وہی ڈگلس تھے جنہوں نے، جب وہ ہندوستان میں مقرر تھے، ہنری مارٹن کلارک کا مقدمہ بے بنیاد پا کر خارج کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو باعزت بری کر دیا تھا اور عدل و انصاف کا بہترین نمونہ دکھایا تھا۔

ویمبلے کانفرنس

23 ستمبر 1924ء کا دن سفرِ یورپ کی تاریخ میں ایک سنہری دن کا حامل ہے کیونکہ اس دن ویمبلے کانفرنس میں حضور کا بے نظیر مضمون پڑھا گیا۔ اس دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنڈن میں تقریر کرنے کا رؤیا پوری آب و تاب سے پورا ہو گیا۔

جونہی آپ کی تقریر کا وقت آیا، دیکھتے دیکھتے سارا ہال سامعین سے بھر گیا۔ کسی اور لیکچر کے وقت حاضرین کی تعداد اتنی زیادہ نہ ہوئی۔ اجلاس کے صدر سر تھیوڈر ماریسن نے حضور کا سامعین سے تعارف کروانے کے بعد نہایت ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ درخواست کی اپنے کلمات سے محظوظ فرمائیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جو اپنے رفقاء کے ساتھ سٹیج پر ہی تشریف فرما تھے کھڑے ہوئے اور انگریزی زبان میں مختصر خطاب فرمایا اور پھر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے آپ کا مضمون پڑھنا شروع کیا جو ایک گھنٹہ میں ختم ہوا۔ اس مضمون میں اسلام کی خوبیاں اور مختلف اہم مسائل کو بیان کیا گیا۔ تمام لیکچر بہت توجہ اور شوق سے سنا گیا اور ختم ہونے پر بڑی دیر تک گرم جوشی کے ساتھ تالیاں بجا کر دادِ تحسین دی گئی۔ صدر مجلس نے کہا'' مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں اپنی طرف سے اور حاضرین کی طرف سے مضمون کی خوبی ترتیب، خوبی خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا

ہوں۔حاضرین کے چہرے زبانِ حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں۔میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ میں ان کی طرف سے شکریہ ادا کرنے میں حق پر ہوں اوران کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔پھر حضور کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ میں آپ کو لیکچر کی کامیابی پر مبارکباد عرض کرتا ہوں اور آپ کا مضمون بہترین مضمون تھا جو آج پڑھے گئے۔(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 453)

حضورؓ کے مضمون کی بے حد تعریف کی گئی اور بے شمار لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مبارکباد پیش کی۔ایک پادری منش نے کہا کہ اسے تین سال قبل خواب میں دکھایا گیا تھا کہ حضرت مسیح تیرہ حواریوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے ہیں اور اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ خواب پورا ہو گیا ہے۔پریس نے بھی اس عظیم الشان لیکچر کی نمایاں خبریں شائع کیں اور اس کی عظمت کا اقرار کیا۔''مانچسٹر گارڈین'' نے 24 ستمبر 1924ء کی اشاعت میں لکھا:''اس کانفرنس میں ایک ہلچل ڈالنے والا واقعہ جو اس وقت ظاہر ہوا وہ آج سہ پہر کو اسلام کے ایک نئے فرقہ کا ذکر تھا۔نئے فرقہ کا لفظ ہم نے آسانی کے لئے اختیار کیا ہے ورنہ یہ لوگ اس کو درست نہیں سمجھتے۔اس فرقہ کی بناء ان کے قول کے بموجب آج سے چونتیس سال پہلے اس مسیح نے ڈالی تھی جس کی پیشگوئی بائبل اور دوسری کتابوں میں ہے۔اس سلسلہ کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے صریح الہام کے ماتحت اس سلسلہ کی بنیاد اس لئے رکھی ہے کہ وہ نوع انسان کو اسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچائے۔ایک ہندوستان کے باشندے نے جو سفید دستار باندھے ہوئے ہے اور جس کا چہرہ نورانی اور خوش کن ہے اور سیاہ داڑھی رکھتا ہے اور جس کا لقب ہز ہولی نیس خلیفۃ المسیح الحاج مرزا بشیر الدین محمود احمد یا اختصاراً خلیفۃ المسیح ہے مندرجہ بالا تحدی اپنے مضمون میں پیش کی جس کا عنوان ہے''اسلام میں احمدیہ تحریک''.......آپ کے ایک شاگرد نے جو سرخ رومی ٹوپی پہنے ہوئے تھا آپ کا پرچہ کمال خوبی کے ساتھ پڑھا....آپ نے اپنے مضمون کو جس میں زیادہ تر اسلام کی حمایت اور تائید تھی ایک پر جوش اپیل کے ساتھ ختم کیا جس میں انہوں نے حاضرین کو اس نئے مسیح اور اس نئی تعلیم کے قبول کرنے کے لئے مدعو کیا۔اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس پرچہ کے بعد جس قدر تحسین وخوشنودی کا چیرز کے ذریعہ اظہار کیا گیا اس سے پہلے کسی پرچہ پر ایسا نہیں کیا گیا۔''(ترجمہ از تاریخ احمدیت)

قیام لنڈن کے دوران مصروفیات

26 ستمبر کو حضور نے کنز رویٹو کی درخواست پر ہندوستان کے حالاتِ حاضرہ اور اتحاد پیدا کرنے پر ایک معلوماتی لیکچر دیا۔اسی ہفتہ کے دوران لنڈن فیلڈ میں ایک اہم مضمون''رسول کریم ﷺ کی زندگی اور تعلیم سے نوجوان کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں'' پڑھا۔اسی ہفتہ یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ''ریو آف ریلیجنز'' کا انگریزی ایڈیشن آئندہ لنڈن سے شائع ہوا کرے۔

2۔اکتوبر کو حضورؓ''ولیم دی کنکرر'' والی خواب کو پورا کرنے کے لئے خلیج میونسی تشریف لے گئے اور ایک کشتی کے ذریعہ اس مقام پر پہنچے جہاں ولیم دی کنکرر اترا تھا۔وہاں حضور نے ایک لمبی دعا کروائی۔

انگلستان کے قیام کے دوران حضور نے مختلف مذہب وملت کے بے شمار لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔بے شمار اخبارات ورسائل کو انٹرویو دیئے۔اسلام کی ترقی کے لئے بے شمار سکیمیں سوچیں اور ان کے نفاذ کے لئے مشورے کئے۔غرض آپ کے سفر کا ہر لمحہ خدمتِ اسلام کے لئے وقف تھا۔

مسجد فضل کا سنگ بنیاد

19۔اکتوبر 1924ء کا دن یورپ میں اسلام کی تبلیغ کے لئے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دن لنڈن میں مسجد فضل کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ایک تقریب میں حضور انورؓ نے انگریزی زبان میں ایک مضمون پڑھا جس میں مسجد کی غرض وغایت پر اسلامی نقطہ نگاہ سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:''پیشتر اس کے کہ میں اس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھوں میں اس امر کا اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسجد صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے۔تا کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کی محبت قائم ہو اور لوگ مذہب کی طرف (جس کے بغیر حقیقی امن اور ترقی نہیں) متوجہ ہوں اور ہم کسی شخص کو جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہئے ہرگز اس میں عبادت کرنے سے نہیں روکیں گے بشرطیکہ وہ ان قواعد کی پابندی کرے جو اس کے منتظم انتظام کے لئے مقرر کریں اور بشرطیکہ وہ ان لوگوں کی عبادت میں مخل نہ ہوں جو اپنی مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اس مسجد کو بناتے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ رواداری کی روح جو اس مسجد کے ذریعہ پیدا کی جاوے گی دنیا سے فتنہ وفساد دور کرنے اور امن وامان کے قیام میں بہت مدد دے گی۔اور وہ دن جلد آجائیں گے کہ لوگ جنگ وجدال کو ترک کر کے محبت اور پیار سے آپس میں رہیں گے۔''

اس کے بعد سنگِ بنیاد رکھا گیا۔بنیادی پتھر پر ایک تحریر درج ہے جو کہ حضور کے الفاظ میں یوں ہے کہ''میں مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ جس کا مرکز قادیان پنجاب ہندوستان ہے خدا کی رضا کے حصول کے لئے اور اس غرض سے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر انگلستان میں بلند ہو اور انگلستان کے لوگ بھی اس برکت سے حصہ پاویں جو ہمیں ملی ہے آج 20 ربیع الاول 1343ھ کو اس مسجد کی بنیاد رکھتا ہوں۔اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمام جماعت احمدیہ کے مردوں اور عورتوں کی اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرمائے اور اس مسجد کی آبادی کے سامان پیدا کرے اور ہمیشہ کے لئے اس مسجد کو نیکی،تقویٰ،انصاف اور محبت کے خیالات کے پھیلانے کا مرکز بنائے اور یہ جگہ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ اور حضرت احمد مسیح موعود نبی اللہ بروز ونائب محمد علیہما الصلوٰۃ کی نورانی کرنوں کو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں پھیلانے کے لئے روحانی سورج کا کام دے۔اے خدا تو ایسا ہی کر''(19۔اکتوبر 1924ء)

دوسو سے زیادہ لوگ مختلف قوموں سے اس تقریب میں شامل ہوئے مثلاً انگریز،جرمن،سروین،ہنگیرین،مصری،اٹالین،جاپانی اور ہندوستان کے رہنے والے نیز مختلف مذاہب کے لوگ عیسائی،مسلمان،پارسی اور یہودی بھی تھے۔اس تقریب میں

بعض حکومتوں کے نمائندے بھی شریک تھے اور بعض نے بعد میں مبارک باد کے خطوط بھجوائے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مسجد نے اسلام کی تبلیغ میں جو کردار ادا کیا ہے اور جو اس کی اہمیت ہے اس پر کچھ لکھنا ضروری نہیں کیونکہ ہر صاحبِ بصیرت بخوبی دیکھ سکتا ہے کہ یہاں سے دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ کے راستے کھل چکے ہیں اور انشاء اللہ کھلتے چلے جائیں گے۔ خاص طور پر خلافت کی عارضی ہجرت کے بعد جو ترقی کے سامان اس مسجد کی وجہ ہوئے ہیں ان کا شمار ممکن نہیں۔ اس مسجد سے جو توقعات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھیں وہ ہو بہو اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ باقی نیک تمنائیں بھی اسی طرح پوری ہوں گی۔

لنڈن سے روانگی اور قادیان واپسی

24۔اکتوبر 1924ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد فضل میں پہلا جمعہ پڑھایا۔25۔اکتوبر کو حضورؓ لنڈن سے روانہ ہوئے اور واٹرلو سٹیشن پر مع خدام گاڑی پر سوار ہوئے۔ بہت سے یورپین مردوں اور عورتوں کے علاوہ ہندوستانی اور افریقن لوگ بھی الوداع کہنے کے لئے موجود تھے۔ نہایت محبت آمیز مصافحوں کے بعد ہر ایک نے خدا حافظ کہا۔ اسی رات ساؤتھ ہیمپٹن سے بحری جہاز کے ذریعہ رود بارِ انگلستان عبور کی اور 26۔اکتوبر کو پیرس پہنچ گئے۔ پیرس میں بہت سے اخبارات کے نمائندے ملاقات کے لئے آئے۔

2 نومبر کی رات کو وینس (اٹلی) سے بحری جہاز پر سوار ہو کر 18 نومبر کو بمبئی کے ساحل پر اترے۔ ہندوستان کے دوسو کے قریب نمائندگان نے نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا۔ بمبئی سے حضور انورؓ نے جماعت کے نام پیغام ارسال فرمایا:

''میں اپنی طرف سے اور اپنے رفقاءِ سفر کی طرف سے تمام احبابِ جماعت کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے مشن کی کامیابی کے لئے دعائیں کیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ حیرت انگیز کامیابی جو ہمیں اس سفر کے دوران حاصل ہوئی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی وجہ سے تھی۔ اُس نے ہر قدم پر ہماری نصرت فرمائی اور ہمارے لئے ایسے اوقات میں دروازے کھولے جب کہ ہمیں کوئی رستہ نظر نہیں آتا تھا۔ میں تمام احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ کے اس خاص فضل کو یاد رکھیں اور اپنے آپ کو اُن بڑی قربانیوں کے لئے تیار کریں جو نہیں ان اثمار کے حاصل کرنے کے لئے کرنی پڑیں گی۔ جو گذشتہ چار ماہ کے کام کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والے ہیں......اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی برکات نازل فرمائے۔(الفضل 22 نومبر 1924ء)

بمبئی سے بٹالہ تک کا لمبا سفر ٹرین کے ذریعہ کیا گیا۔ تمام درمیانی سٹیشنوں پر جہاں گاڑی کھڑی ہوئی مختلف جماعتوں کے احباب نے آکر شرفِ ملاقات حاصل کیا۔24 نومبر 1924ء کو حضور قادیان کے لئے روانہ ہوئے تو قادیان کا ہر فرد ہی نہیں بلکہ بہت سے بیرون سے آئے ہوئے لوگ اور ہندو اور سکھ بھی استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ یہ ایک بے مثال تاریخی استقبال تھا اور ہر شخص اپنے محبوب آقا کے دیدار کے لئے بڑے شوق سے منتظر تھا۔ احباب سے ملنے کے بعد حضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ احمدیہ چوک میں پہنچ کر حضور انورؓ نے سب احباب سمیت واپسی کی دعا پڑھی۔ اس وقت کا نظارہ نہایت رقت آمیز تھا اور خود حضور کی آواز میں رقت اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ اس رقت انگیز حالت میں حضور نے ڈبڈبائی آنکھوں اور دردناک لہجہ میں فرمایا:''دیکھو رسول کریم ﷺ کی یہ دعا کیسی لطیف ہے جس کا نظارہ ہم آج دیکھ رہے ہیں۔ یہی جگہ، یہی مقام اور یہی گھر ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا تو آپؑ اکیلے اور تنہا تھے۔ کوئی ساتھی اور مددگار نہ تھا۔ اس وقت چاروں طرف سے آوازیں آئیں کہ نعوذ باللہ یہ فریبی ہے یہ جھوٹا ہے۔ دغاباز ہے اور دشمن کہتے کہ ہم اسے کیڑے کی طرح مسل دیں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق آپؑ کی تائید اور نصرت کی اور آج اسی کمند میں جکڑے ہوئے ہم اس قدر لوگ یہاں جمع ہیں۔ آپ ہی کے طفیل ہمیں خدا تعالیٰ نے ہر میدان میں فتح دی۔ اسی کے ذریعہ اور اسی کے وعدوں کے مطابق خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ عزتیں دیں جو درحقیقت اس کے لئے آئیں اور خدا تعالیٰ نے ہمیں ان انعامات کا وارث بنایا جن کا وعدہ آپؑ سے کیا گیا اور اگر حقیقت اور سچائی کو مدِ نظر رکھا جائے تو سچ ہے کہ ساری بڑائیاں حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ہیں، محمد ﷺ کے لئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے لئے ہیں''(الفضل 29 نومبر 1924ء)

(اس مضمون کی تیاری میں مواد تاریخِ احمدیت جلد چہارم سے لیا گیا ہے)

پلمنگ ٹریننگ کلاس

شعبہ ایثار مجلس انصاراللہ کے زیرِ انتظام 12 ہفتہ کی ایک پلمنگ ٹریننگ کلاس شروع کی گئی ہے۔ یہ کلاس ہر منگل کے دن بیت الفتوح مورڈن میں ہوتی ہے اسی طرح انگریزی زبان سکھانے کے لئے کلاسز اور کمپیوٹر کے بنیادی استعمال سکھانے کے لئے کلاسز جلد شروع کی جا رہی ہیں۔ ان کلاسز میں شمولیت کے خواہشمند احباب سے گزارش ہے کہ وہ فوری طور پر مکرم عبدالعظیم خان صاحب قائد ایثار سے مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔ یاد رہے کہ یہ کلاسز مجلسِ شوریٰ 2005 کی منظور شدہ تجاویز پر عملدرآمد کا حصہ ہیں۔

فون: **07718 987 848**

تحریک شدھی کے خلاف
حضرت مصلح موعودؓ کی ولولہ انگیز قیادت اور شاندار فتح

(ابن نور)

اسلام کا سورج مکہ کی مقدس وادی سے طلوع ہوا اور بہت جلد اس کے نور سے سارا عرب منور ہو گیا۔ عرب مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی محبت اس طرح جا گزیں ہو گئی کہ وہ نورِ ایمان کی شمعیں اٹھائے دنیا کے دوسرے ملکوں میں بسنے والوں کو توحید کا پیغام پہنچانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور دور دراز کا سفر طے کر کے چین اور ہندوستان تک جا پہنچے۔ ہندوستان میں عرب تاجر اور سیاح اسلام کا پیغام پہنچا چکے تھے اور ان کے بعد اولیاء اور صوفیاء نے اسلام کی وسیع تبلیغ و اشاعت کی اور ان کی قوتِ قدسی، اخلاقی طاقت اور روحانی اثرات کی وجہ سے کئی بت پرست قومیں اسلام کے نور سے منور ہو گئیں۔ ہندوستان میں راجپوت، جاٹ اور میواتی بڑی کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے کہ ہر طرف مسلمان نظر آنے لگے۔ ابھی تک مسلمانوں کی حکومت قائم نہ تھی جس کی بنیاد فاتح سندھ محمد بن قاسم کے ہاتھوں 712ء میں رکھی گئی جب وہ ایک مظلوم مسلمان عورت کی فریاد رسی کے لئے سندھ میں وارد ہوا۔

ہندوستان میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور مغل مسلمان بادشاہوں کے دور میں اسلام اپنے عروج پر تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ کسی مسلمان بادشاہ یا حکمران نے کسی کو زبردستی اپنے مذہب میں داخل نہیں کیا۔ مسلمانوں کے نامور مغل بادشاہ اکبر کی اپنی بیوی ایک ہندو عورت تھی اور اکبر نے کبھی اسے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ ان بادشاہوں کے دور میں قابل ہندوؤں کو ممتاز عہدوں پر فائز رکھا گیا اور کسی کو اس کا مذہب زبردستی تبدیل کرنے کے لئے نہیں کہا گیا۔

ایک خطرناک غفلت

اس وقت مسلمانوں سے ایک خوفناک غفلت اور بے پروائی یہ ہوئی کہ انہوں نے نومسلموں کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت کا بندوبست نہیں کیا۔ اس میں جماعت احمدیہ کے لئے ایک بہت بڑا سبق موجود ہے کہ جب کثرت سے غیر مسلم اسلام قبول کریں تو ان کی تعلیم و تربیت اور نگرانی کا انتظام بھی اسی قدر عظیم الشان ہونا چاہئے۔ وہ لوگ جو ہندو مذہب سے اسلام لائے وہ اسلامی تعلیم و تربیت سے بالکل محروم رہے۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے رہے اور دوسرے بھی انہیں مسلمان جانتے رہے مگر ان کا رہن سہن، کھانا پینا، رسم و رواج اور طرزِ عمل سارے کے سارے ہندوانہ ہی رہے۔ ان کے نام، کام اور ماحول ہندوانہ تھے اور بعض تو شادی اور غمی کے مواقع پر دونوں یعنی اسلامی اور ہندوانہ قسم کی رسوم کا اہتمام کرتے تھے۔

اس طرح کئی دور گزر گئے اور وہ مسلمان اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے رہے اور مسلمان علماء اپنی غفلت و بے پروائی کے باعث کبھی بھی ان کی تعلیم و تربیت کے بارہ میں نہ سوچ سکے اور نہ کسی نے اس نہج پر کام کیا۔

شدھی تحریک کا پس منظر

سناتنی ہندو کسی غیر مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنا اپنے مذہبی خیالات کی بناء پر روا نہیں سمجھتے۔ اسی لئے انہوں نے کبھی بھی مسلمانوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ہندوؤں میں ایک نیا فرقہ آریہ سماج ظہور میں آیا جو سناتنی ہندوؤں کے برخلاف دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے میں شامل کرنا نہ صرف جائز سمجھتے تھے بلکہ اس کام کے لئے بہت جوش و خروش رکھتے تھے۔ اس فرقہ کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی نے کافی قوت حاصل کر لی اور غیر مذاہب کے لوگوں کو اپنے ہندو مذہب میں شامل کرنے کی مہم شروع کر دی۔

پنڈت دیانند کے فرقہ نے ''شدھی'' کی تحریک شروع کر دی یعنی ناپاک لوگوں کو پاک کرنے کی تحریک۔ آغاز میں وہ آہستہ روی سے کام کرتے رہے اور مسلمانوں کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب سے صدیوں پہلے تمہارے اباواجداد کو مسلمان بادشاہوں نے زبردستی ہندو دھرم سے علیحدہ کر کے مسلمان بنا لیا تھا مگر اب تو تم پر کوئی جبر نہیں اس لئے اپنے اباواجداد کے دھرم میں واپس آ جاؤ۔ دوسرا خطرناک اور گھناؤنا طریق یہ شروع کیا کہ اسلام کو ایک بھیانک مذہب کے طور پر پیش کیا جائے اور اس کی اس قدر برائیاں پیش کی جائیں کہ لوگ از خود اسلام سے متنفر ہو کر اسے الوداع کہہ دیں۔ یہ کام انہوں نے ملکانہ راجپوتوں میں شروع کر دیا جو اتر پردیش کے متعدد شہروں اور اس کے نواحی علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ اسی طرح دوسری قوموں پر بھی انہوں نے کام شروع کر دیا۔ مسلمان ان حملوں کو سمجھ نہ سکے اور نہ ہی انہیں اس کا صحیح ادراک حاصل ہو سکا۔ آریہ سماج پہلے تو میدان ہموار کرتے رہے مگر جب دیکھا کہ کہیں بھی مسلمانوں کی طرف سے کوئی ردِ عمل نہیں ہو رہا تو انہوں نے شدھی کے کام کو اعلیٰ پیمانوں پر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسی طرح صوبہ اتر پردیش کے اضلاع ہردوئی، شاہجہانپور، فرخ آباد، بدایوں، متھرا، ایٹہ، اٹاوہ، آگرہ، مین پوری، علی گڑھ اور جیسور کی ریاستوں کے علاقوں میں بڑے جوش و خروش سے کام شروع کر دیا۔

حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ان اضلاع اور ان کے ماحول میں بسنے والے مسلمانوں کے مشہور ادارہ ''ندوۃ العلماء'' نے شدھی تحریک کے مقابلہ اور اس کی روک تھام کی کوئی کوشش نہ کی۔ مولانا شبلی کو جب ان واقعات کا پتہ چلا کہ مسلمانوں کو مرتد کرنے کی تحریک چل رہی ہے تو انہوں نے ان علماء کو ہوش دلانے کی کوشش کی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ مجبور ہو کر انہوں نے کہا ''اے بے حیاؤ! اور کم بختو! ڈوب مرو۔ یہ

واقعات پیش آئے ہیں، ندوہ کو آگ لگا دو اور علی گڑھ کو بھی پھونک دو''۔

شدھی کی تحریک کے پیچھے دراصل ہندو راج بنانے کا منصوبہ تھا۔ آریہ سماج اور ان کے ہمنواؤں کے بیانات سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ صرف ملکانہ کے راجپوتوں کو شدھی نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو دھرم میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ ایک آریہ سماجی لیڈر نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ بے شک ہندو مسلم اتحاد نہیں ہو سکتا لیکن اگر سارے مسلمان شدھ ہو کر ہندو ہو جائیں تو پھر سب طرف ہندو ہی ہندو نظر آئیں گے پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کو آزادی سے نہیں روک سکے گی۔

وسط مارچ 1923ء میں مشہور آریہ سماجی لیڈر شردھانند جو شدھی کی تحریک کے پر جوش اور سب سے بڑے لیڈر تھے نے اعلان کیا کہ آگرہ کے نواح میں راجپوتوں کو بڑی تیزی کے ساتھ شدھ کیا جا رہا ہے اور اب تک قریباً چار ہزار تین سو راجپوت ملکانے، گوجر اور جاٹ ہندو ہو چکے ہیں۔ یہ بھی کہا کہ ''ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں اور اگر ہندو سماج اُن کو اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے تعجب نہ ہوگا کہ اُن کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہو جائے'' (اخبار پرتاپ لاہور 16 مارچ 1923)

پنڈت شردھانند کے اس اعلان نے بہت سے ہندوؤں کی امنگوں کو جوان کر دیا اور مہاراجہ جموں و کشمیر نے بھی اعلان کر دیا کہ انہوں نے ساڑھے چار لاکھ ملکانہ راجپوتوں کو دوبارہ مسلمان بنانے کے لئے پنجاب کے سناتن دھرمی پنڈتوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اس مسئلہ پر کشمیری پنڈتوں سے بات چیت کریں۔

سوامی وچارانند نے ایک موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ''سب دھرموں سے ہمارا دھرم پرانا ہے تو ہمارے دھرم کے سامنے کسی کو ادھیکار (حق) نہیں کہ وہ شدھ کرے۔ سوراج کے لئے ہندو مسلم ایکتا (اتحاد) ضروری ہے لیکن ہم سچی ایکتا شدھی میں مانتے ہیں...... جب تک بھارت ورش کے مسلمان اور عیسائی شدھ نہیں ہو جائیں گے اس وقت تک تم کو سوراج نہیں مل سکتا''

ایک ہندو شاعر نے آریہ سماج کی ترجمانی کرتے ہوئے ان کے نصب العین کو اپنے شعروں میں یوں بیان کیا:

کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
بھاگ سے وقت یہ قوموں کو ملا کرتے ہیں
ہندوؤ تم میں ہے گر جذبہ ایماں باقی
رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلماں باقی

مسلمانوں کا افسوس ناک طرزِ عمل

شدھی کا مقابلہ کرنے کے لئے مولانا شبلی نے اپریل 1912ء میں لکھنؤ میں ایک اجلاس طلب فرمایا اور اس میں دیگر علماء کے ساتھ ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ علمائے کرام نے انسداد شدھی کے بارہ میں کوئی عملی کاروائی کرنے کی بجائے سارا وقت اس بات پر صرف کر دیا کہ قادیانی کیوں بلوائے گئے ہیں اور مولانا شبلی کی مذمت کی کہ کیوں انہوں نے قادیانیوں کو تقریر کی اجازت دی۔ مولانا اس صورتِ حال سے سخت دلبرداشتہ ہو چکے تھے ان کی صحت بھی ٹھیک نہ تھی اس لئے ندوہ سے سبکدوش ہو گئے۔

مسلمانانِ ہند کا المیہ

1923ء میں شدھی کی تحریک اپنے جوبن پر پہنچ چکی تھی اور اس کی آگ بڑی شدت کے ساتھ بھڑک کر علی گڑھ سے آگرہ تک اور فرخ آباد سے ریاست الور تک پھیل چکی تھی۔ ہزاروں لاکھوں مسلمان اسلام کو چھوڑ کر ہندو ہو رہے تھے۔ ان خبروں سے اسلام کے لئے درد رکھنے والے مسلمانوں کے دل خون کے آنسو رو رہے تھے۔ غم و غصہ کے سوا ان کا کسی چیز پر بس نہ تھا اور انہیں یقین ہو چکا تھا کہ اب ہندوستان میں ان کی قومی زندگی اور تشخص یقینی طور پر بے حد مخدوش حالت میں ہے۔ اس لئے مسلم پریس کو لکھنا پڑا کہ اگر مسلمانوں کے تمام فرقے متحد ہو کر شدھی کی تحریک کا مقابلہ نہیں کرتے تو پھر ان کی تباہی و بربادی یقینی ہے۔ اخبار وکیل نے مارچ 1923ء کی اشاعت میں ایک زبردست مضمون ''علمائے اسلام کہاں ہیں؟'' لکھا اور حضرت امام جماعت احمدیہ کو بھی مخاطب کیا۔

مسلمانانِ ہند کے علماء کی بے حسی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے چوہدری افضل حق جو احرار کے مفکر تھے نے لکھا ''جہاں اسلام کے سب سے بڑے دعویدار موجود تھے ان ہی کے دروازوں پر مسلمان مرتد ہو رہے ہیں اور ان کے بنائے کچھ نہیں بنتی...... ہمارے علماء کے لئے اس میں عبرت ہے، ان کے لئے ندامت سے گردن جھکا لینے کا وقت ہے۔ اس فتنہ وارتداد کی تاریخ اغیار کے لئے دلچسپ اور مسلمانوں کے لئے باعثِ شرم ہے۔'' (فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں)

حضرت مصلح موعودؓ کا شدھی کیخلاف اعلانِ جہاد

مسلم پریس نے شدھی کے خلاف آواز مارچ 1923ء میں بلند کی تھی مگر حضرت مصلح موعودؓ نے 1923ء کے آغاز ہی میں اس فتنہ ارتداد کی طرف توجہ فرماتے ہوئے تحقیقات شروع کر دی تھیں۔ فروری 1923ء میں ملکانہ کے علاقہ میں صوفی عبد القدیر نیاز صاحب اور ایک اور احمدی کو معلومات کی فراہمی کے لئے بھجوایا جن کی رپورٹ کے مطابق حالات سنگین تھے اور فوری کاروائی کی ضرورت تھی۔

9 مارچ 1923ء کے خطبہ جمعہ میں فتنہ ارتداد کے مٹانے کے لئے حضور انورؓ نے تحریک فرمائی کہ اس کے لئے ڈیڑھ سو احمدی سرفروشوں کی ضرورت ہے۔ مالی لحاظ سے اگر ساری جماعت احمدیہ کی کل جائداد جو تقریباً دو کروڑ روپیہ کی ہوگی خرچ کرنی پڑی تو تب بھی ہم دریغ نہیں کریں گے۔ آپؓ نے فرمایا: ہمیں اس وقت ڈیڑھ سو آدمیوں کی ضرورت ہے جو اس علاقہ میں کام کریں اور کام کرنے کا طریق یہ ہوگا کہ وہ ڈیڑھ سو کو تیس تیس کی جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے...... اس ڈیڑھ سو میں سے ہر ایک کو فی الحال تین مہینہ کے لئے زندگی وقف کرنی ہوگی..... ہم ان کے خرچ کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں دیں گے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچ انہیں خود برداشت کرنا ہوگا۔'' اُس خطبہ

According

میں حضور انور نے بڑی تفصیل کے ساتھ جہاد کی حکمتِ عملی بیان فرمائی۔ نیز یہ بھی تحریک کہ اس کام کے لئے جماعت کو کم از کم پچاس ہزار روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ جو حکمتِ عملیحضور انورؓ نے اختیار فرمائی اس سے آپ کی فراست کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کسی ظاہری جلسوں اور جلوسوں کو اختیار نہیں فرمایا اور نہ سب کو بغیر کسی حکمت کے میدان میں جھونک دیا بلکہ نہایت مستعدی اور فراست کے ساتھ کام شروع کر دیا۔

اسی طرح تمام مسلمانوں کو تحریک کی کہ وہ موقعہ کی نزاکت کو سمجھیں اور ایک جگہ جمع ہو کر کام کریں۔ یہ ایک لمبی اور باقاعدہ جنگ ہے جب تک پوری ہمت اور استقلال کے ساتھ کام نہ کیا جائے اس وقت تک کامیابی کی امید رکھنا فضول بات ہو گی۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے بیس لاکھ روپے کی ضرورت ہوگی جو مسلم جماعتیں اپنی اپنی جگہ خرچ کریں۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر جماعت کے ڈیڑھ ہزار احمدیوں نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ ان لوگوں میں ہر طبقہ کے لوگ تھے حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں نے بھی اپنی خدمات پیش کر دیں۔ حضورؓ کی تحریک پر باوجود مالی مشکلات کے بہت جلد جماعت نے پچاس ہزار روپیہ پیش کر دیا۔ ہر ایک نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر حصہ لیا۔ بعض نے تو اپنے مکان یا زمین یا جانور بیچ کر اس جہاد میں شمولیت کی۔ اخبار ''ہمدم'' نے لکھا ''جماعت احمدیہ کے جوش و ایثار کو دیکھتے ہوئے اُن کی طرف سے پچاس ہزار بلکہ اُس سے زیادہ روپیہ اس غرض یعنی انسداد ارتداد کے لئے فراہم ہو سکنے کا قریب قریب یقین واعتماد ہے لیکن افسوس ہے کہ دیگر مسلمانوں سے ساڑھے انیس لاکھ تو کجا ایک لاکھ روپیہ بھی حالات موجودہ میں چند ہفتہ کے اندر جمع ہو جانے کی قوی تو کیا معمولی امید بھی ان طریقوں سے نہیں باندھ سکتے'' (ہمدم 18 مارچ 1923)

قواعد اور حکمتِ عملی

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے قلم سے بیس قواعد مقرر فرمائے جن کے تحت مجاہدین نے کام کرنا تھا۔ اس مختصر مضمون میں ان کو تفصیلی طور پر بیان کرنا ممکن نہیں مگر ان کی تفصیل پڑھ کر اپنے تو اپنے غیر بھی آپؓ کی خداداد فراست کے قائل ہو گئے۔ اخبار ''مشرق'' نے لکھا ''جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی کوشش کرتی ہے وہ اس زمانہ میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی'' (مشرق 15 مارچ 1923)

پہلی ہدایت یہ تھی کہ سب کارکنان اپنے خرچ پر اپنے خوراک کا انتظام کریں گے اور کسی سے کھانا نہیں کھائیں گے اور نہ کسی پر رہائش کا بوجھ بنیں گے۔ ارتداد کے تمام علاقوں کو حلقہ جات میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر حلقہ کا ایک افسر مقرر کر دیا گیا۔ اس حلقہ میں جس قدر لوگ کام کر رہے ہوں گے وہ اس افسر کے ماتحت ہوں گے۔ ہر افسر اپنے علاقہ کے افسر اعلیٰ کو رپورٹ دیتا رہے گا کہ اس نے کیا کام کیا ہے۔ افسر اعلیٰ کا فرض ہو گا کہ وہ وقتاً فوقتاً دورہ کر کے جائزہ لے کہ کام صحیح نہج پر ہو رہا ہے۔ سب کارکنوں کو آریہ مذہب کے خلاف مسائل عمدگی سے سمجھا دیئے جائیں اور ان کے اعتراضات کے جواب بھی۔ نیز یہ کہ ایسے لوگ مقرر ہوں جو ہندی اور آریہ مذہب کا علم رکھتے ہوں۔ تاریخی طور پر برہمنوں نے راجپوتوں پر مظالم کئے ہیں انہیں جمع کیا جائے اور راجپوتوں کو بتایا جائے کہ ہندوؤں نے پہلے بھی تم پہ مظالم کئے تھے اور اب ان میں شامل ہو جانے کے بعد بھی ان کا سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر ان لوگوں کے مسلمان ہونے کی تاریخ کا بھی مطالعہ کیا جائے کہ وہ کب اور کس دور میں اسلام پر ایمان لائے تھے۔ کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا کہ مسلمان بادشاہوں نے کبھی کسی کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو۔ جو لوگ مضمون نگاری کا ملکہ رکھتے ہیں وہ ایسے مضامین لکھیں جس سے آریہ سماج کی خفیہ چالوں کو طشت از بام کیا جائے۔ راجپوتوں کو کہو کہ تمہیں بتایا گیا ہے کہ تمہارے دادوں اور پردادوں کو زبردستی مسلمان بنایا گیا تھا یہ غلط ہے کیونکہ راجپوت بہادر قوم ہے وہ کسی لالچ یا خوف سے دھرم چھوڑنے والے نہ تھے۔ انہیں بتاؤ کہ یہ بات تمہیں ذلیل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ پہلے ان ہندوؤں نے سود کھا کھا کر تمہارا خون چوسا ہے اب تمہاری قومی خصوصیت کو بھی مٹانا چاہتے ہیں۔ راجپوتوں کو سمجھایا جائے کہ ہندو تمہیں ہندو کر کے بھی چھوت چھات کا سلوک کرتے ہیں اگر تم آریہ سماج میں داخل بھی ہو گئے تو بھی تم سے برتاؤ نہیں بدلے گا۔ انہیں بتاؤ کہ یہ لوگ تمہارے خیرخواہ نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ ہم کئی سالوں سے کوشش کر رہے ہیں کہ سود کی شرح کم کر دی جائے اور یہی ہندو اس کے خلاف ہیں۔ اگر کوئی ہندو تمہارے پاس آئے تو اسے کہو کہ پہلے سود کی شرح کم کرواؤ پھر ہم سمجھیں گے کہ تم ہمارے خیرخواہ ہو۔

اس کے ساتھ کارکنان کو دعاؤں پر زور دینے کی ہدایت فرمائی۔ فرمایا سورۃ فاتحہ اور درود شریف کا ورد جاری رکھیں اور نمازوں کے بعد تسبیح تحمید اور ذکرِ الٰہی پر زور دیں کہ اس سے نورِ قلب پیدا ہوتا ہے۔ جس بستی میں داخل ہوں تو مسنون دعائیں پڑھیں کہ اے رب ہم تجھ سے اس بستی کی بھلائی طلب کرتے ہیں اور اس کے باشندوں کی بھی بھلائی طلب کرتے ہیں اور اس کی ہر برائی سے پناہ مانگتے ہیں اور اس بستی میں ہمارے قیام کو بابرکت کر اور اس کی نعمتوں سے ہمیں متمتع کر۔ ان کے دلوں میں ہماری محبت ڈال اور ہمارے دل میں اس جگہ کے نیک لوگوں کی محبت پیدا کر۔

اپنے دلوں کو پاک کرو اور ہر ایک قسم کے تکبر سے خالی ہو کر بیماروں اور مسکینوں کے لئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ضرور سنے گا میں بھی انشاء اللہ تمہارے لئے دعا کروں گا تا خدا تعالیٰ تمہاری دعاؤں میں برکت ڈالے۔ لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آؤ، بے کسوں کی مدد کرو۔ اچھے خلاق سو وعظ سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ جوش دلانے والی باتوں سے پرہیز کرو اور کہو کہ اسلام اور احمدیت ایسی باتوں سے منع کرتا ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ نے تمہیں دنیا میں امن پیدا کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ اگر کوئی مار بھی بیٹھے تو صبر کرو۔ یاد رکھو لوگ بزدل کو حقیر جانتے ہیں اور وہ فی الواقعہ حقیر ہوتا ہے لیکن تکلیف اٹھا کر صبر کرنے والا اور اپنے کام سے ایک بال کے برابر نہ ہٹنے والا بزدل نہیں وہ بہادر ہے۔ بزدل وہ ہے جو میدان سے بھاگ جاتا ہے یا اپنی کوششوں کو سست کر دیتا ہے۔ جو مار

کھاتا ہے اور صبر کرتا ہے اور اپنے کام کو جاری رکھتا ہے وہی درحقیقت بہادر ہے۔

مجاھدین احمدیت شدھی کے علاقہ میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر ایک صیغہ ''انسداد ملکانہ'' کے نام سے جاری کیا گیا اور اس کے افسر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور نائب حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور حضرت نواب عبداللہ خان صاحب تجویز ہوئے۔ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو امیر المجاہدین مقرر فرمایا اور ان کی سرکردگی میں 12 مارچ 1932ء کو مجاہدین کا پہلا وفد روانہ فرمادیا۔

جو علاقہ احمدیوں کے حصہ میں آیا تھا وہاں ارتداد پورے زوروں پر تھا اور چپہ چپہ پر ہندو شدھی میں مصروف تھے اور اس علاقہ کا ایک بڑا حصہ مرتد ہو چکا تھا۔ باقیوں کو وہ مرتد کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے اور ہر قسم کا طریق استعمال کر رہے تھے، کہیں پیسوں کا لالچ دے رہے تھے اور کہیں انہیں زمین اور مکانوں سے بے دخل کرنے دھمکیاں دے کر اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ سب کچھ ہندو راجوں اور افسران کی پشت پناہی کے ساتھ ہو رہا تھا۔ بعض مقامات پر شوریدہ سر اور آوارہ لوگوں کو چن لیتے اور ان کے ذریعہ اثر جما کر انہیں شدھ کر لیتے۔ کئی مقامات پر ظلم وتشدد کے واقعات بھی ہوئے۔ ایک خاوند نے اپنی بیوی کو شدھ نہ ہونے پر مار مار کر جان بحق کر دیا۔ یہ تمام طریق اس قدر نارواتھے کہ مشہور ہندو لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اعتراف کیا کہ امن و یکجہتی کی بجائے نفرت وحقارت اور تلخی کا ماحول پیدا کیا جا رہا ہے۔

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب نے آگرہ میں اپنا مرکز قائم کر کے وفود کے مجاہدین کو مین پوری، ایٹہ، فرخ آباد، علی گڑھ، کرنال اور مظفر نگر کے علاقوں میں بھجوا دیا۔ جن علاقوں میں شدھی ہو چکے تھے یا ہونے کی افواہ تھی وہاں بھی فوری طور پر مجاہدین بھجوا دیئے۔ ان مجاہدین نے تمام اضلاع کے دیہاتوں کا دورہ چلچلاتی دھوپ میں کئی کئی میل روزانہ پیدل چل کر کیا۔ بعض مجاہدین نے کئی کئی دن بھوکے پیاسے سفر میں گذارے مگر کسی پر پانی تک کا بوجھ نہ ڈالا۔ انہوں نے مسلمان ملکانوں کے حوصلے بلند کر دیئے اور انہیں آریوں کے عزائم اور ارادوں سے چوکس کر دیا۔ آگرہ، متھرا کے اضلاع اور ریاست بھرت پور میں شدھی کا حملہ بہت شدید تھا مگر امیر وفد المجاہدین نے دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے جہاں ابھی آریہ نہیں پہنچے تھے وہاں، یا جس جگہ ان کا زور کم تھا مجاہدین پیش قدمی کے لئے بھجوا دیئے جس کا نتیجہ ہوا کہ بہت سے گاؤں ارتداد سے بچ گئے۔ سینکڑوں مجاہدین میدان میں کام کرتے تھے اور جیسے کسی کے کام کا وقت پورا ہوتا اس کی جگہ نیا وفد میدان میں پہنچ جاتا۔ اس طرح بیک وقت کئی کئی سو مجاہدین کام میں مشغول تھے اور ہر ایک کے کام کی رپورٹ ان کے دفتر سے ہوتی ہوئی قادیان پہنچ رہی تھی۔

حضور انورؓ کی ہدایات باقاعدہ مجاہدین تک پہنچ رہی تھیں۔ آپؓ نے ایک سرکلر کے ذریعہ مجاہدین کو خبردار کیا کہ ہندو بعض مقامات پر ملکانوں میں سے آدمی خرید رہے ہیں اور ان کے ذریعہ وہ اپنا کام چلا رہے ہیں۔ ایسے لوگ ہمارے مبلغ کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ یہاں شدھی کا کوئی خطرہ نہیں اس لئے تم کسی اور علاقہ میں چلے جاؤ۔ فرمایا کہ تم گاؤں کے ہر فرد تک پہنچو اور حالات کو فراست کی نگاہ سے دیکھو اور ایک دم کے لئے بھی اپنے کام سے غافل نہ ہو۔

ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ گاؤں کے گاؤں ارتداد سے بچ گئے اور جو ارتداد اختیار کر چکے تھے وہ واپس اسلام میں آگئے۔ چارلی گنج اللہ تعالیٰ کے فضل سے سارے کا سارا ارتداد سے واپس اسلام میں داخل ہوا۔ بہت جلد آریہ سماجیوں نے محسوس کر لیا کہ میدان ان کے پاؤں تلے سے نکلنا شروع ہو گیا ہے۔

احمدی مجاہدین کو میدان میں کام کرتے ہوئے کئی بار ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ نہ صرف ہندوؤں نے بلکہ اپنے مسلمانوں نے احمدیت کی دشمنی میں شدید تکالیف پہنچائیں۔ موضع اسہار میں آریوں اور مرتد ملکانوں نے ایک مجاہد مرزا غلام رسول صاحب کو لاٹھیوں سے مسلح حملہ کر کے ان کی جھونپڑی گرادی اور اس کے بعد انہیں سفا کی سے گھسیٹتے ہوئے گاؤں سے باہر نکال دیا۔ ہندو تھانیدار اور ہندو مہاراجے بھی شدھیوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ مسلمان تنظیموں کے کارکنان نے جو میدان میں کام کر رہے تھے وہ بھی احمدیت کی دشمنی میں آریوں کے خلاف کام کرنے کی بجائے احمدیوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ ایک نیک نام مسلمان لیڈر چوہدری نذیر احمد صاحب وکیل جو اس مہم میں کام کر رہے تھے انہوں نے ایک بیان میں کہا: ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے آریوں کے بطلان میں وہ مصالحہ جمع کر دیا ہے اگر اس کو اب استعمال کیا جائے تو یہ لوگ بیخ و بن سے اتر سکتے ہیں۔ لیکن تعجب اور افسوس ناک امر تو یہ ہے کہ ہمارے مسلمان علماء ان کی اور ان کی جماعت کی خواہ مخواہ مخالفت کرتے ہیں حالانکہ وہ لوگ ''دشمنانِ اسلام'' کے مقابلہ پر کمر بستہ رہتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو اس میدان میں کامیاب رہ سکتے ہیں۔ میں نہ تو خود احمدی ہوں اور نہ میرا کوئی رشتہ دار احمدی ہے نہ اس ملک کا رہنے والا ہوں جہاں احمدیوں کی آبادی ہے لیکن ان کے کام کے طریق، اُن کی سرگرمی، اُن کے اخلاص، اُن کی تندہی اور جفاکشی سے کام کرنے کی حالت کا اندازہ کر کے مجبور ہوں کہ تمام اہلِ اسلام سے کہہ دوں کہ وہ ان حضرات کی مخالفت کو چھوڑ دیں۔ ایسے ہی لوگوں کے اخلاق ایسے ہیں جو جاہل اور اکھڑ ملکانوں کو آریہ ہونے سے باز رکھ سکتے ہیں۔۔ اس کے برخلاف ہماری انجمنوں کے مبلغین 55 کی تعداد میں وہاں گئے تھے جن میں سے اکثر شب برات کے حلوے کھانے اور عرس کرنے کے لئے واپس آ چکے ہیں اور باقی جو ہیں وہ رمضان میں واپس گھر پہنچنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ لوگ خیال کریں ان لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے؟ اس لئے جو جماعت کام کرتی ہے اس کے رستے سے تمام رکاوٹیں دور کی جائیں۔ (جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات صفحہ 45)

اس بے حد شریفانہ اور معقول تجویز کا کوئی اثر مولویوں پر نہ ہوا بلکہ آپس میں بھی الجھنے لگے اور احمدیت کے خلاف تو باقاعدہ محاذ بنا لیا۔ ایک غیر احمدی بلکہ مخالف

اخبار''زمیندار'' نے اپنے علماء کو شرم دلاتے ہوئے کہا کہ کیا کبھی ہندوؤں میں سے کسی نے آپس میں اختلاف کیا ہے لیکن تم مسلمان کس قدر آپس میں اختلافات رکھتے ہو۔''زمیندار''،''سیاست''،''وکیل'' اور دوسرے اسلامی اخبارات کی جلدیں پڑھئے تو آپ پر بار بار اس افسوس ناک حقیقت کا انکشاف ہوگا کہ ایک انجمن دوسری انجمن کو حلقہ ارتداد میں کام کرتے دیکھنا گوارا نہیں کرتی۔ خدا کا کام ہے لیکن بندوں نے اسے ذاتی اختلاف اور ذاتی شہرت پسندی کی جولانگاہ بنا رکھا ہے۔ کیا یہ سر پیٹنے کا مقام نہیں؟ ہم''مجلس نمائندگان تبلیغ'' اور دوسری تمام انجمنوں کی خدمات میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر احمدی مبلغین ملکانوں کو احمدی بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو آپ کو بگڑنے کا کوئی حق نہیں۔ جس طرح آپ ان کو حنفی و اہلحدیث بنانے کا حق رکھتے ہیں۔احمدی مبلغین ان لوگوں پر اپنا کیش و مذہب پیش کرنے میں آزاد ہیں اور ہندو ہو جانے سے ہزار درجے بہتر ہے کہ ایک مسلمان احمدی ہو جائے۔......سیاسی نقطہ نگاہ سے بھی دیکھ لیجئے۔ اگر چھ لاکھ ملکانے مسلمانوں کی کسی جماعت میں شامل ہو جائیں تو مسلمان شمار کئے جائیں گے۔ لیکن اگر ہندو ہوگئے تو فریقِ ثانیکی طاقت میں اضافہ کا باعث ہوں گے۔ مسلمانوں کے سیاسی مقاصد کی حفاظت کے دعویدار بتائیں کہ ثواب کی راہ کونسی ہے؟''(زمیندار بحوالہ الفضل 28 مئی 1923)

اس بروقت اور دردمندانہ اپیل کے باوجود علماء پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ احمدیوں کی کامیابیوں پر اور بھی سخت مخالفت پر اتر آئے۔ دراصل یہ آریوں کے اخبارات کی چال تھی کہ انہوں نے غیر احمدی علماء کو اکسایا کہ اس طرح تو احمدی ملکانوں کو مسلمان بنا لیں گے۔ عبدالمجید سالک صاحب نے اپنی کتاب''سرگذشت'' میں لکھا''چاہئے تو تھا کہ اسلام کی خدمت کرتے لیکن ان جماعتوں نے وہاں آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ صرف احمدی مبلغین کام کرتے ہیں اور باقی تمام فرقوں کے لوگ یا آپس میں مصروفِ پیکار ہیں یا احمدیوں کے خلاف کفر کے فتوے شائع کرتے ہیں''۔ صرف یہی نہیں بلکہ کھلم کھلا دھمکیوں پر اتر آئے کہ جب ملکانہ کا قصہ ختم ہو جائے گا تو وہ احمدیوں سے نبٹ لیں گے اور انہیں پیس کر رکھ دیں گے۔

استقلال اور کامیاب مدافعت

باوجود ہر قسم کی مشکل اور وسائل کی کمی کے احمدی مجاہدین اپنے آقا حضرت مصلح موعودؓ کی ولولہ انگیز قیادت میں مورچوں پر ڈٹے رہے اور ایک بھی قدم پیچھے نہیں ہٹے اور شدھی کی تحریک کا بڑی جانبازی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ اسلام کی تائید میں بے شمار لٹریچر پھیلایا۔ ملکانوں کے بچوں کے لئے متعدد مقامات پر سکول کھولے، ہسپتال قائم کئے، پرانی مسجدیں آباد کیں اور نئی مساجد تعمیر کیں۔ پبلک جلسوں اور مناظروں اور مباحثوں سے اسلام کی برتری ثابت کی۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ احمدی مجاہدین کی کوششوں سے شدھی کا شکار ہوئے مسلمان واپس اسلام میں آ گئے مگر بعد میں پھر آریوں کی یلغار کے نتیجہ میں شدھی ہوگئے۔ احمدیوں کو پھر ان علاقوں میں جانا پڑا۔ بعض ملکانوں نے کئی کئی دفعہ پہلو بدلا مگر بالآخر اس دوران ان کی تربیت بھی ہوگئی اور انہیں پتہ چلا کہ اسلام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی شدھ کئے خاندان واپس اسلام میں آ گئے۔ آہستہ آہستہ آریوں کو احساس ہونے لگا کہ انہیں شکست ہو رہی ہے۔ آریوں کو کئی مقامات پر پسپا ہونا پڑا۔ اصل بات سے توجہ ہٹانے کے لئے شدھی کے بانی شردھانند نے 19۔اگست 1923 کو تمام مسلمانوں کو مباحثہ کا چیلنج دے دیا اور بڑی کڑی شرطیں لگا دیں۔ مگر جماعت احمدیہ ہر شرط پر مباحثہ کرنے کا اعلان کر دیا مگر شردھانند کو مقابلہ پر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ان دنوں مسلمانوں کی ایک کمیٹی نے اتحاد کانفرنس بلا کر اس میں بہت سے ہندو اور مسلم لیڈروں کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ شدھی تحریک اور اس کی مدافعت میں جو کام ہو رہا ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ اس پر سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے یہ پیغام بھجوایا کہ جماعت احمدیہ بڑے زور سے اس اتحاد کے خلاف احتجاج کرتی ہے جب تک تمام علاقے اسلام میں واپس نہیں آجاتے ہم صبر نہیں کریں گے اور اسلام کی عزت کے مقابلہ میں کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ چنانچہ احمدی مجاہدین آخر وقت تک ان علاقوں میں مصروفِ جہاد رہے۔ پھر حضور انور کی ہدایات کے تحت وہاں مستقل مبلغین کا تقرر کر دیا گیا تا کہ ان گری ہوئی قوموں کو اٹھانے اور انہیں پختہ مسلمان بنانے کا کام جاری رہے۔

مجاہدین کی کامیابی کا اعتراف

احمدی مجاہدین کی بے لوث خدمات اور ان کی کامیابیوں کا اعتراف اپنوں اور غیروں، مسلمانوں اور ہندوؤں نے بھی کیا۔ ان میں سے بعض مجبور ہو گئے کہ احمدی مجاہدین کو خراجِ عقیدت پیش کریں۔ چند اعتراف درج کئے جاتے ہیں۔

اخبار''زمیندار'' نے لکھا''جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آ چکے ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار اور کمر بستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں، اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھا دی ہے۔''(جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات صفحہ 46)

''قادیانی احمدی اعلیٰ ایثار کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کا قریباً ایک سو مبلغ امیر وفد کی سرگرمی میں مختلف دیہات میں مورچہ زن ہے۔ ان لوگوں نے نمایاں کام کیا ہے۔ جملہ مبلغین بغیر تنخواہ یا سفر خرچ کے کام کر رہے ہیں۔ ہم گو احمدی نہیں لیکن احمدیوں کے اعلیٰ کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جس اعلیٰ ایثار کا ثبوت جماعت احمدیہ نے دیا ہے اس کا نمونہ سوائے متقدمین کے مشکل سے ملتا ہے۔''

(بیان شیخ غلام حسن جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات صفحہ 46)

اخبار اہلسنت امرتسر نے لکھا''جب فتنہ ارتداد کی ابتدا تھی تو بہت سی انجمنیں وہاں کام کرنے کے لئے پہنچ گئی تھیں۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں وہ انجمنیں چلتی پھرتی نظر آنے لگیں۔ باوجودیکہ ان کے مقابل میں قادیانی بڑی سرگرمی سے کام کر رہے

ہیں۔سورج پور میں قادیانیوں کا قبضہ ہوگیا ہے......قادیانوں کا زور زیادہ ہے۔تمام انجمنیں کنارہ کشی کر گئیں۔اب کوئی مدرسہ مسلمانوں کا نہیں رہا۔تمام گاؤں پر قادیانی قبضہ کر رہے ہیں۔صالح نگراور ساندھن میں بھی قادیانی ہیں۔''

آریوں کو بھی اس بات کا احساس ہوگیا کہ جماعت احمدیہ ان کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔ان کے اخبار''پرتاپ'' نے لکھا''مشکل یہ ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ہی ہم وطنوں کی ایک جماعت کی طرف سے خطرہ ہے اور وہ خطرہ اتنا عظیم ہے کہ اس کے نتیجہ کے طور پر آریہ جاتی صفحہ ہستی سے مٹ سکتی ہے۔وہ خطرہ ہے تنظیم و تبلیغ کا۔مسلمانوں کی طرف سے یہ کام اس تیزی سے ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں۔ان کی تعداد سال بہ سال کم ہو رہی ہے اگر اسے کسی طرح روکا نہ گیا تو ایک وقت ایسا آسکتا ہے جبکہ آریہ دھرم کا کوئی نام لیوا نہ رہے۔''(پرتاپ19۔اکتوبر1929)

مفکر احرار چوہدری افضل حق نے تحریک شدھی کے دوران لکھا''کس قدر حیرت ہے کہ سارے پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی فرقے کا تبلیغی نظام موجود نہیں۔......مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہوسکی۔ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔اگرچہ مرزا غلام احمد کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابلِ تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔''(فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں)

نتائج تعلیمی پرچہ سالانہ اجتماع
نومبر2006ء
از قیادت تعلیم

مورخہ 4رنومبر2006ء بروز ہفتہ بعد از نماز ظہر مسجد بیت الفتوح لنڈن میں امتحان پرچہ سالانہ اجتماع انصاراللہ منعقد ہؤا۔جس میں375انصار نے شرکت کی۔سوالات پرچہ جنرل نالج پر مبنی تھے مجموعی طور پر293انصار نے66%اور اس سے زائد نمبر حاصل کئے۔ذیل میں صرف ان انصار کے اسماء گرامی تحریر کئے جا رہے ہیں جنہوں نے تمام سولات کے جوابات درست دیئے اور100% نمبر حاصل کئے۔اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

مکرم ناصر احمد آرچرڈ صاحب	ناربری
مکرم روٗف احمد صاحب	تھارٹن ہیتھ
مکرم سید شرجیل جیلانی صاحب	بیت الفتوح
مکرم ذوالفقار احمد صاحب	بیت الفتوح
مکرم طاہر محمود جنجوعہ صاحب	مارڈن
مکرم مسعود احمد صاحب	ہنسلو ساؤتھ
مکرم منصور احمد سید صاحب	برمنگھم ویسٹ
مکرم مبشر احمد صدیقی صاحب	ریڈبرج
مکرم منیر الدین احمد صاحب	ریڈبرج
مکرم چوہدری مبشر احمد صاحب	ریڈبرج
مکرم محمد سرور منہاس صاحب	نیوہیم
مکرم عطاء الحق سیٹھی صاحب	نیوہیم
مکرم شیخ نصیر احمد صاحب	جلنگھم

تمام انصار کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ مطالعہ کتب کے سلسلے میں2007ء کیلئے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب''شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں'' مقرر کی گئی ہے۔

پہلی سہ ماہی کیلئے پہلی سات شرائط بیعت میں سے پرچہ مرتب ہوگا۔تمام انصار سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنے زیر مطالعہ رکھیں اور اجلاسات میں بھی اس کا کچھ حصہ پڑھکر سنایا جا سکتا ہے۔

مجیب احمد مرزا
قائد تعلیم

دعا ایک عظیم الشان نعمت

محمود مجیب اصغر

مادیت کے اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء نے دینی و دنیاوی کامیابیوں کے حصول کے لئے دعا کی ایک عجیب راہ دکھلائی ہے بلکہ دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے ملا دیا ہے جہاں پہنچ کر سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں نے سوچا کہ بخل تو ناجائز ہے۔کسی حالت میں انسان کو بخیل نہیں ہونا چاہئے۔لیکن اگر بخل جائز ہوتا تو وہ کونسی چیز ہے جس کے دینے یا بتلانے میں بخل کرتا۔میں نے بہت سوچا مگر کوئی چیز میری نظر میں ایسی نہ آئی جس پر بخل کرنے کو میرا دل چاہتا سوائے اس کے میں اس بات کے بتلانے میں بخل کرتا کہ دعا کتنی بڑی شاندار نعمت ہے اور کس طرح آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے''۔(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مؤلفہ یعقوب علی عرفانی صفحہ 511-510)

اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا ''دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔دعا سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار نہیں''۔(سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ 519-518)

ایک اور مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اگرچہ فیصلہ دعاؤں سے ہی ہونے والا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ دلائل کو چھوڑ دیا جائے۔دلائل کا سلسلہ بھی برابر رکھنا چاہئے اور قلم کو روکنا نہیں چاہئے۔نبیوں کو خدا تعالیٰ نے اسی لئے
اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ (سورۃ صٓ 46) کہا ہے کیونکہ وہ ہاتھوں سے کام لیتے ہیں۔پس چاہئے کہ تمہارے ہاتھ اور قلم نہ رکیں۔اس سے ثواب ہوتا ہے۔جہاں تک بیان اور لسان سے کام لے سکو لیتے جاؤ اور جو باتیں تائید دین کے لئے سمجھ میں آتی جاویں انہیں پیش کئے جاؤ۔وہ کسی نہ کسی کو فائدہ پہنچائیں گی۔(الحکم 17 فروری 1904)

دعا خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ

دعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء نے بڑی تفصیل کے ساتھ مختلف مقامات پر احباب جماعت کی رہنمائی کی تا کہ دعا کی اہمیت اور اس کا فلسفہ سمجھ میں آ جائے اور دعاؤں پر ایک کامل اور مستحکم یقین پیدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے لا متناہی فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کے وارث بن سکیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں ''وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ (البقرۃ 187) کہ جب میں نے اپنے بندوں کو یہ بتایا کہ تم پر بڑے انعامات نازل ہوں، بڑا فضل نازل ہوگا اور تم خدا کے مقرب بن جاؤ گے تو اس پر میرے بندے کہیں گے کہ ہمارا رب تو محض کبریائی ہے، رفیع الدرجات ہے، تمام صفات حسنہ سے متصف ہے، کمال تام اس کو حاصل ہے اور وہ اتنا ارفع اور اعلیٰ ہے کہ اس کی رفعتوں تک ہمارا تخیل بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اس کی رفعتوں کی کوئی انتہا ہے۔لیکن جب ہم اپنے کو دیکھتے ہیں تو اپنے آپ کو خطا کار، گناہ گار اور نہایت ضعیف پاتے ہیں۔اسی طرح ہمارے درمیان اور ہمارے رب کے درمیان لا متناہی فاصلے پائے جاتے ہیں۔کیا ہماری حقیر کوششوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے؟ فرمایا جب میرے بندے تجھ سے اس معاملہ کے متعلق سوال کریں تو تُو انہیں کہہ دے بے شک تم کمزور بھی ہو، تم گناہ گار بھی ہو، تم خطا کار بھی ہو اور میں تمام بلندیوں کا مالک اور تمام رفعتیں میری ہی طرف منسوب ہوتی ہیں لیکن میری ایک اور صفت بھی ہے اور وہ یہ کہ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔(الزمر 54) کہ اگر میں چاہوں تو مالک یوم الدین ہونے کی وجہ سے اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو بخش بھی دیا کرتا ہوں اور جب گناہ میری مغفرت کی چادر کے نیچے چھپ جائیں تو پھر میرے اور تمہارے درمیان جو گناہوں کے فاصلے ہوں گے وہ مٹ جائیں گے اور میں خود آسمانوں سے اتروں گا اور تمہارے قریب آ جاؤں گا اور تمہیں اپنا مقرب بنالوں گا۔

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ تم دعا کرو گے تو میں اسے قبول کروں گا تا کہ دنیا یہ نہ کہہ سکے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا جو قرب حاصل ہے وہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی برکت سے حاصل ہوا ہے یہ محض تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔اس قرب کی دلیل مہیا کرنے کے لئے میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا تا کہ دنیا یقین کر لے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو واقعی سچا ہے۔اگر تم گریہ وزاری اور عجز وانکسار اور تذلل کے ساتھ میرے سامنے جھکتے رہو گے تو دنیا اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کے نظارے بھی دیکھتی چلی جائے گی۔

دعا اور اس کی قبولیت

دعا اور قبولیت دعا کے متعلق ہمیں یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا خدا ہماری دعائیں قبول تو کرتا ہے لیکن اپنے فضل اور اپنی مرضی سے۔بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ ہمارا غلام ہے (نعوذ باللہ من ذالک) اس کا فرض ہے کہ ہماری دعا کو اس رنگ میں قبول کرے جس رنگ میں کہ ہم چاہتے ہیں۔لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ وہ تو تمام طاقتوں کا مالک ہے اور وہ محض اپنے فضل سے نہ کہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے ہمارے لئے قرب کی راہیں کھولتا ہے اور ہماری دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔چونکہ وہ علم الغیوب ہے، ہم نہیں جانتے مگر وہ جانتا ہے کہ جو دعا ہم اپنے لئے جس میں مانگ رہے ہیں وہ ہمارے لئے اچھی بھی ہے یا نہیں۔تب بعض دفعہ وہ ہماری دعاؤں کو قبول

کرتے ہوئے ہمارے لئے خیر کی راہیں اس طرح کھول دیتا ہے کہ جو ہم نے مانگا تھا وہ نہیں دیتا اور جو نہیں مانگا تھا وہ ہمیں دے دیتا ہے۔

پھر وہ ہمارے اخلاص اور محبت کے دعویٰ کی آزمائش بھی کرتا ہے کہ کیا ہم اپنے دعویٰ میں سچے بھی ہیں یا نہیں۔ پھر بسا اوقات ہماری دعا اور قبولیتِ دعا کے درمیان بڑا زمانہ گذرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں اس کے متعلق ایک بڑا لطیف نوٹ دیا ہے فرمایا غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کیا بتلاء بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج، سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تو اس کے بعد نصرت آتی ہے اور ان ابتلاؤں کے آنے میں پھر یہ ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔

پھر فرمایا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ کی دعا کا نشان دیکھ کر مومن کو یقین کر لینا چاہئے کہ میں نے جو احکام بھی ان کے لئے آسمان سے نازل کئے ہیں وہ ان کی بہتری کے لئے کئے ہیں۔ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ چاہئے کہ وہ میری توحید پر ایمان لائیں اور میری صفات کی معرفت حاصل کریں اور محض باخلاق اللہ کی طرف وہ متوجہ ہوں اور اس کی توفیق انہیں صرف اسی صورت میں مل سکتی ہے لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ کہ وہ ہدایت پر استقامت سے قائم ہو جائیں"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 24 دسمبر 1965)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اپنی رحمتوں کے حصول کے لئے بے شمار دروازے کھولے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضلوں کے دینے میں بخیل نہیں ہے۔ یہ ہم ہیں جو اپنی جھولیوں کو سمیٹ لیتے اور اپنی مٹھیوں کو بند کر لیتے ہیں اور اس کے سامنے اپنے ہاتھوں کو نہیں پھیلاتے۔ اس کا تو اس میں کوئی قصور نہیں۔ پس اُس کے اوپر توکل رکھو۔" (خطاب جلسہ سالانہ 26 دسمبر 1975)

ہر لمحہ دعا کی ضرورت

مشاورت 1969 کے خطاب میں آپ نے دعا کے مضمون پر بھرپور روشنی ڈالتے ہوئے حضرت خلیفۃ الثالثؒ نے فرمایا: "دعا کے بغیر تو ہماری زندگی کوئی نہیں دعا کے بغیر تو ہم خدا کے پیار کو حاصل نہیں کر سکتے۔ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان 78) اللہ جو غنی ذات ہے اس کو ہماری پرواہ ہی کیا ہے۔ دعا ہی وہ ایک جذبہ ہے دل میں اس کے قریب ہو جانے کا جو اس کی محبت میں ایک حرکت پیدا کرتا ہے اور چونکہ ہم غریبوں کی، عاجزوں کی حرکت بھی بڑی عاجزانہ ہوتی ہے ہم آہستگی کے ساتھ اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ جب کسی حرکت کی طرف وہ رجوع کرتا ہے تو ان قدرتوں کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ وہ آگے بڑھتا ہے۔ ہم نے دو قدم اٹھائے ہوتے ہیں وہ میلوں کا فاصلہ تمثیلی زبان میں طے کرتا ہوا ہمارے پاس پہنچتا ہے۔ پس ہر آن اور ہر وقت دعائیں کرتے رہو۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں دعا پر قائم رکھنے کے لئے لازمی نمازوں پر قائم کر دیا ہے کہ دن میں پانچ وقت یہ یاد دہانی ہوتی رہے کہ دعا کے بغیر تمہاری زندگی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس جذبہ میں شدت

پیدا کرنے کے لئے ہمیں مقام محمود کا نظارہ دکھایا اور کہا کہ اگر مقام محمود حاصل کرنا چاہتے ہو تو نوافل کی طرف توجہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے اس مقام محمود پر پہنچ کر اس کے حسن اور احسان کو اور زیادہ حسین بنانے کے لئے ہمیں ذکر کی طرف متوجہ کیا جو ہر وقت ہو سکتا ہے۔ یہاں بیٹھے بیٹھے بھی جب آپ سن رہے ہیں زبان یا خیالات سے خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہ سکتے ہیں۔ اس وقت میں بول رہا ہوں کوئی کہے گا میں اس وقت دعا سے محروم رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نہیں تدبیر بھی دعا ہے۔ میری ایک تدبیر ہے کہ میں اپنے خیالات کا اپنے دوستوں کے سامنے اس رنگ میں اظہار کروں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں تو یہ ایک تدبیر ہے جو میں کر رہا ہوں اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو اس نیت کے ساتھ تدبیر کرتا ہے وہ بھی دعا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ دعا تدبیر ہے اور تدبیر دعا۔

ہر تدبیر دعا ہے

یہ ایک بڑا گہرا فلسفیانہ مضمون ہے کہ اگر ہر تدبیر دعا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے تو ہماری زندگی کا ہر لحظہ دعا میں گذر سکتا ہے اور گذرنا چاہئے۔ اگر میں اس نیت سے سوتا ہوں کہ میں ریفریش ہو کر اٹھوں گا تا کہ مجھ میں تازگی پیدا ہوگی تو میرا سونا ایک تدبیر ہے۔ پانچ گھنٹے جو میں غفلت کی نیند سویا رہتا ہوں یہ ایک تدبیر ہے۔ اس غرض کے لئے کی گئی ہے کہ میں زیادہ طاقت کے ساتھ اگلے دن کا کام کر سکوں اور چونکہ ہر تدبیر دعا ہے ہر لحظہ جو میرا سونے میں گذرا ہے اس نیت کے ساتھ میرا دعا میں گذرا تو چوبیس کے چوبیس گھنٹے ہمارے دعا میں گذر سکتے ہیں۔

زندگی کا راز

اگر ہماری نیتیں درست رہیں، اگر ہمیں احساس ہو اس بات کا کہ ہماری زندگی کا ایک لحہ بھی دعا کے بغیر نہیں رہے گا اور یہی سچ ہے کیونکہ اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے کہ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان 78) تو ہر وہ لحظہ جو ہمارا گزرا خواہ وہ غفلت کا ہو یا نیند کا اس میں خدا تعالیٰ کو ہماری پرواہ نہیں رہی اور ایک لحظہ کے لئے بھی انسان زندہ نہیں رہ سکتا، قائم نہیں رہ سکتا، روحانی طور پر، اخلاقی طور پر، جسمانی طور پر، اگر اللہ تعالیٰ کا سہارا نہ ہو۔ یہ صحیح ہے کہ جو جسمانی سہارے ہیں وہ خدا تعالیٰ دوسروں کو بھی دیتا ہے۔ یہ اس کا ایک دوسرا قانون ہے لیکن پرواہ کوئی نہیں ہوتی۔ سہارا دیتا ہے، دنیوی لحاظ سے آسمان تک لے جاتا ہے اور یہ بتانے کے لئے کہ میں نے اپنے ایک دوسرے قانون کے مطابق تمہیں سہارا دیا تھا۔ یہ نہیں کہ تم اسی گروہ میں آگئے جو مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ والا گروہ ہے یعنی جن کی پرواہ ہوتی ہے۔ اگر اس گروہ میں نہیں تھے تو وہ اپنا سہارا نیچے سے ہٹا لیتا ہے اور وہ سات آسمانوں سے گرتے اور چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ جتنا اس کو بلند کرتا ہے اتنا اس کا قیمہ کر دیتا ہے۔ لیکن جو ہر آن ہر وقت خدا کے حضور عاجزانہ دعاؤں میں لگے رہتے ہیں یہ سہارا ان سے کبھی چھینا نہیں جاتا۔ جب ان کو اللہ کے فضل سے اور اس کی نعمت سے کوئی رفعت حاصل ہوتی ہے تو خدا کا فضل اور اس کی نعمت ان نعمتوں سے اسے محروم نہیں کیا

کرتی۔شرط یہ ہے کہ کوئی لحظہ بھی زندگی کا دعا کے بغیر نہ رہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی لحظہ بھی زندگی کا اس خیال کے ماتحت نہ گزارا جائے کہ ہم اپنی قوت اور طاقت اور علم اور مال اور وجاہت اور یہ اور وہ جو ہمیں ملا ہوا ہے دنیا میں، خدا کے سہارے کے بغیر ان کے سہارے سے زندہ رہ سکتے ہیں۔جس وقت وہ خیال آیا ہلاکت کے دروازے کھل گئے۔ہزار ہلاکتیں آکر اس کے سامنے کھڑی ہو جائیں گی۔یہ خدا ہی کا سہارا ہے جس نے رنگ (Ring) کیا ہوا ہے، ایک حلقہ بنا ہوا ہے ہمارے گرد۔شیطان کبھی ادھر سے وسوسے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی اُدھر سے۔دل کے نور کو دل کے وسوسے سے پنکچر کر کے وہاں سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ حلقہ بنایا ہوا ہے اس میں سے وہ ہرگز نہیں گزر سکتا۔اس حلقہ کا قیام دعاء کے ذریعہ سے ہے۔دعا کرتے رہو گے ہر وقت تو اللہ تعالیٰ کا سہارا بھی ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گا۔اس کی قدرتوں کے جلوے بھی تم ہر وقت دیکھو گے۔نیند کی میں ایک موٹی مثال دیتا ہوں، ممکن ہے بعض لوگوں کو سمجھ نہ آئی ہو۔نیند بھی ایک دعا ہے۔ایسے آدمی کی نیند سے بھی اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے تب ہی تو اسے سچی خوابیں نیند کے وقت دکھاتا ہے۔اگر نیند کی حالت کو خدا ایک کامل غفلت کی حالت پاتا تو اتنے پیار اور محبت کا سلوک اس غفلت کی حالت میں انسان سے کیسے کر سکتا تھا۔کتنی عظیم بشارت اس انسان کو دی جاتی ہے جو خلوصِ نیّت سے نیند کے اوقات گزارتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی نیند کی اس حالت سے بھی پیار کرتا ہے دل کی اس حالت میں بھی اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور محبت کا سلوک کرتا ہے۔پس دعا کو اپنی عادت بناؤ، دعا کو اپنی غذا بناؤ۔دعا کو اپنا لباس بناؤ، دعا کو اپنی ہوا بناؤ، دعا ہی کو اپنی نیند بناؤ۔ہر چیز دعا کو بناؤ اور دعا کے ذریعہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

پھر جتنی دنیا آج اسلام کی مخالفت کر رہی ہے ہر قسم کے دجل جو ہیں وہ کئے جا رہے ہیں، افریقہ میں بھی، امریکہ میں بھی، یورپ میں بھی، جزائر میں بھی۔بڑی مالی طاقت ان دجالی منصوبوں کے پیچھے ہے اور سلطنتیں ان کا ساتھ دے رہی ہیں۔وہ سلطنتیں جن کا مقابلہ دوسری سلطنتیں آج نہیں کر سکتیں۔کوئی خدا سے دور لے جا رہا ہے، کوئی شرک میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔انسان کو خدائے واحد و یگانہ سے دور لے جانے کی دائیں طرف سے بھی کوشش ہو رہی ہے اور بائیں طرف سے بھی کوشش ہو رہی ہے۔ان تمام کوشوں کے باوجود، ان تمام ظلمتوں کے باوجود، ان تمام دنیوی مادی سامانوں کے باوجود اور طاقتوں کے باوجود ہمارے دل میں جو یہ یقین پیدا ہو گیا ہے کہ اسلام آخر کار غالب ہوگا اور فتح پائے گا وہ اس بناء پر کیا گیا ہے کہ خدا نے کہا میری اطاعت میں گم اور فنا ہو جاؤ، میں تمہارے گرد اپنے نور کا، میں تمہارے گرد اپنی قیومیت کا، میں تمہارے گرد اپنی حیات کا، میں تمہارے گرد اپنے احسان کا ایک ایسا حلقہ بناؤں گا کہ یہ تمام مادی طاقتیں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی اور آخر محمد ﷺ کی دنیا میں فتح ہوگی۔خدا کرے کہ ایسا ہو اور خدا کرے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والے ہوں۔خدا کرے کہ شرک کا کوئی اثر بھی ہمارے دلوں اور ہمارے دماغوں اور ہماری روح میں باقی نہ رہے۔خدا کرے کہ ہمارے ذرّہ ذرّہ میں اور ہماری روح میں اور ہمارے اخلاق کے ہر پہلو میں خدا کی توحید ہی جلوہ گر ہو اور موجزن رہے۔خدا کرے کہ دعا کے اس مقام سے ہم کبھی نہ ہٹیں تا کہ شیطان کا کوئی وار کبھی ہم پر کامیاب نہ ہو سکے۔'' (رپورٹ مجلس مشاورت 1969)

شرائط قبولیت دعا

مجلسِ مشاورت 1966ء میں اپنے ایک خطاب میں فرمایا ''دعا کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو کلیتاً فنا کر دے اور یہ سمجھے کہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں ورنہ شرک کا ایک حصہ نفس کے اندر باقی رہتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہم خالصتاً اپنے آپ کو تہی دست سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو کلیتاً جاہل سمجھتے ہوئے اور اپنے آپ کو کلیتاً بے طاقت اور ناتواں سمجھتے ہوئے جھکیں تو وہ قادر و توانا خدا، وہ علام الغیوب خدا ہمیں علم بھی سکھائے گا، ہمیں طاقت بھی بخشے گا اور اس کے سہارے ہم اپنے پروگراموں میں کامیاب بھی ہو سکتے ہیں جو نیک نیّتی کے ساتھ محض اس کی رضا اور اس کی عظمت اور جلال کو قائم کرنے کے لئے بناتے ہیں۔'' (شوریٰ 1966ء)

پھر ہر ایک کے لئے اور ہر وقت اور ہر حالت میں دعا کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: ''اسلام ایک بڑا عظیم مذہب ہے۔اس نے کسی جگہ یا وقت کی تعین نہیں کہ۔انسان ہر وقت اور ہر جگہ دعا کر سکتا ہے۔بعض چھوٹے چھوٹے استثناء ہیں جو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا ذکر کیا جائے۔بہر حال ہر وقت دعائیں کریں۔دل میں دعائیں کریں، دوسروں کو دعائیں دیں۔ہمارے مبلغین جو باہر گئے ہیں ان کے لئے بھی دعائیں کریں۔اپنے لئے دعائیں کریں اپنے نفس کے لئے دعائیں کریں۔اصل میں تو اگر احمدیت کی طرف منسوب ہونے والا ہر نفس خدا کی نگاہ میں پاک اور مطہر بن جائے تو پھر ہمیں اور کیا چاہیئے۔ہمیں تو خدا تعالیٰ کا پیار چاہیئے۔خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک کو خدا تعالیٰ حاصل ہو جائے۔فرشتے ہر ایک پر خدا تعالیٰ کی رحمتیں لے کر نازل ہوں۔ہمارے بچوں پر بھی اور ہمارے بڑوں پر بھی، ہمارے مردوں پر بھی اور ہماری عورتوں پر بھی خدا تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں......اللہ تعالیٰ شیطانی وساوس سے ہمیں محفوظ رکھے اور نواہی سے بچنے کی ہمیں توفیق دے اور اوامر پر عمل کرنے کی ہمیں طاقت عطا فرمائے اور اپنے فضلوں اور رحمتوں کا وارث بنائے آمین۔(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ 26 دسمبر 1977)

انصار ڈائجسٹ

محمود احمد ملک

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کرکے ہمیں کچھ بھی بھجواسکتے ہیں۔ تحریر مختصر اور باحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے:

Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL. e-mail: ansar_digest@yahoo.co.uk

مجلس انصاراللہ سیرالیون کے سالانہ اجتماع کے لئے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا پیغام

فرمایا: آپ جو کہ اللہ کے دین کے انصار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں آپ پر فرض ہے کہ اس پہلو سے جماعت کی صف اول ثابت ہوں۔

۱۔ ہر وہ بات کریں جس سے آپ کی محبت بڑھے اور تعاون کی روح نشوونما پاتی ہو۔

۲۔ ہر اس بات سے رک جائیں جس سے کسی بھائی کے بارہ میں غلط فہمی پیدا ہوتی ہو۔

۳۔ ہر وہ ذریعہ اختیار کریں جس سے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ محبت اور اطاعت کا جذبہ بڑھے اور آپ لوگ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کی تصویر بن جائیں۔

۴۔ اپنی تمام تر طاقتیں دعوت الی اللہ کے اہم فریضہ پر صرف کردیں۔

(خلاصۃً از ماہنامہ انصار اللہ جنوری 1986ء صفحہ 15)

اخروٹ کے فوائد

بارسلونا کے ایک ہسپتال میں کی جانے والی تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد اخروٹ کھانے سے خوراک میں شامل مضرصحت چکنائی کا اثر کم ہوجاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق چکنائی والی خوراک سے شریانوں کو نقصان پہنچتا ہے جبکہ اخروٹ کھانے سے یہ نقصان کافی حد تک کم ہوجاتا ہے کیونکہ اخروٹ میں پائے جانے والے بعض مادے شریانوں کی چکنائی جمع کرنے کی صلاحیت کو کم کردیتے ہیں۔

امریکی جرنل آف کارڈیالوجی میں شائع ہونے والی اس تحقیق میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اخروٹ صحت کے لئے زیتون سے بھی زیادہ مفید ہیں۔ اس تحقیق میں ۲۴ افراد کی خوراک کا معائنہ کیا گیا جن میں سے نصف کا کولیسٹرول نارمل تھا جبکہ باقی میں کولیسٹرول کا تناسب زیادہ تھا۔ دونوں گروپوں کے افراد کو ہر ہفتے زیادہ چکنائی والی خوراک دی گئی اور خوراک میں ۵ چمچے زیتون کا تیل بھی شامل کیا گیا جبکہ اگلی مرتبہ خوراک کے ساتھ آٹھ اخروٹ دیئے گئے۔ تجربات کے مطابق دونوں اجزاء سے شریانوں میں چکنائی جمع ہونے کا عمل سست پڑ گیا لیکن اخروٹ نے جسم کی چکنائی پر زیتون کے تیل سے بھی زیادہ اثر دکھایا اور شریانوں کو مزید لچکدار کردیا۔

اس تحقیق کے سربراہ کا کہنا ہے کہ اخروٹ میں ایک ایسا امینو ایسڈ پایا جاتا ہے جس سے نائٹرک آکسائیڈ پیدا ہوتا ہے جو شریانوں کو لچکدار رکھنے میں مدد دیتا ہے تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا کہ اخروٹ کے ساتھ چکنائی والی غذا کھائی جاسکتی ہے۔

نئے سپر کمپیوٹر کی تیاری

کمپیوٹر تیار کرنے والی دنیا کی سب سے بڑی کمپنی IBM، امریکی حکومت کی ایک لیبارٹری میں دنیا کا سب سے تیز رفتار طاقتور سپر کمپیوٹر بنائے گی جس کا نام "روڈ رنر" ہوگا اور یہ موجودہ تیز ترین سپر کمپیوٹر "بلیوگرین" سے چار گنا طاقتور ہوگا۔ بلیوگرین بھی IBM نے ہی بنایا تھا۔ سپر کمپیوٹر "روڈرنر" امریکہ میں توانائی کے ادارے کی لیبارٹری میں نصب کیا جائے گا اور اس کے ذریعے امریکی جوہری ہتھیاروں کو محفوظ اور قابل استعمال رکھنے کو یقینی بنانے کے لئے معلومات حاصل کی جائیں گی۔ اس کمپیوٹر کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ وقت گزرنے کے ساتھ جوہری ہتھیاروں پر کیا اثرات پیدا ہوسکتے ہیں چنانچہ پھر اس امر کی ضرورت نہیں رہے گی کہ جوہری ہتھیاروں پر وقت کے اثرات کا جائزہ لینے کے لئے زیرزمین جوہری دھماکے کئے جائیں۔ سپر کمپیوٹر روڈرنر کی رفتار ایک ٹریلین فی سیکنڈ ہوگی یعنی ایک سیکنڈ میں یہ کمپیوٹر ایک ہزار کھرب کا حساب لگا سکے گا اور اپنی پوری رفتار میں سولہ ہزار کھرب فی سیکنڈ پر کام کرے گا۔

ہڈیوں کو مضبوط کرنے کی دوا

امریکی سائنسدانوں نے ہڈیوں کو مضبوط کرنے کیلئے ایک نئی دوا تیار کی ہے جو ہڈیوں کی بیماری "اوسٹیو پوروسز" کے علاج میں بھی مدد دے گی۔ اس بیماری میں ہڈیاں گھلنے لگتی ہیں اور آسانی سے ٹوٹ جاتی ہیں۔

انسان سمیت ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں میں ہڈیوں کے گھلنے اور مضبوط ہونے کا عمل زندگی بھر جاری رہتا ہے تاہم اگر ہڈیوں کو کمزور کرنے والے خلیات کی تعداد ہڈیوں کو مضبوط کرنے والے خلیات کی تعداد سے تجاوز کرجائے تو اوسٹیوپوروسز کی بیماری پیدا ہوسکتی ہے۔

تیار کی جانے والی نئی دوا ہاورڈ ہیوز میڈیکل انسٹیٹیوٹ کے ماہرین کی کاوشوں کا ثمر ہے جس کے اثرات کا مشاہدہ چوہوں پر کیا جاچکا ہے۔ ماہرین نے اس دوا کے ذریعہ جسم میں موجود ایک خاص پروٹین کی صلاحیت تبدیل کرتے ہوئے اس بیماری سے علاج میں کامیابی حاصل کی ہے۔

'ائیر فریشنر' سے نقصانات

برطانیہ میں کی گئی تحقیق کے مطابق ائیر فریشنر اور ایروسول سے ماں اور بچے کی صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ برونیل یونیورسٹی کے ماہرین کے مطابق ایام حمل اور بچپن میں ایروسول کا زیادہ استعمال بچوں میں اسہال اور کان کے درد اور خواتین میں ڈپریشن اور سر کے درد کا باعث بنتا ہے۔ ائیر فریشنر کے چھڑکاؤ سے صحت کیلئے نقصان دہ وولاٹائیل آرگینک کمپاؤنڈ (VOC) خارج ہوتے ہیں۔ یہ کیمیکل گھر میں رنگ روغن، فرنیچر اور صفائی میں استعمال ہونے والے دیگر کیمیکل سے بھی خارج ہوتے ہیں۔ تحقیق میں چودہ ہزار بچوں کو شامل کیا گیا اور اُن کی پیدائش کے بعد سے اُن کے ماحول اور نشوونما پر نظر رکھی گئی۔ سائنسدانوں نے 170 بچوں کے گھروں میں VOC کے اثرات کا جائزہ لیا اور دس ہزار

ماؤں سے انٹرویو کئے۔ معلوم ہوا کہ جن گھروں میں روزانہ ائیر فریشنر استعمال ہوتا وہاں بچوں میں اسہال کا امکان ان گھروں میں رہنے والے بچوں سے بتیس فیصد زیادہ ہے جہاں یہ صرف ہفتے میں ایک بار چھڑکے جاتے ہیں۔ نیز روزانہ پالش، ڈیوڈرینٹ اور ہیئر سپرے کا استعمال بچوں میں اسہال اور ماؤں کی صحت کی خرابی کا امکان تیس فیصد بڑھا دیتا ہے۔ مائیں، بچے اور عمر رسیدہ لوگ جو زیادہ وقت گھر میں گزارتے ہیں، VOC کا زیادہ شکار ہوتے ہیں۔

خوابوں کا جنم

سائنسدانوں کے مطابق دماغ اس حصے کا پتہ لگا ہے جہاں خواب جنم لیتے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ کے زیورچ ہاسپٹل کی ٹیم نے ایک ایسی خاتون کے علاج کے بعد یہ بات دریافت کی ہے جسے دل کا دورہ پڑنے کے بعد خواب آنا بند ہو گئے تھے۔ دورہ کے سبب اس خاتون کے دماغ کے پیچھے کا اندرونی حصہ بری طرح متاثر ہو گیا تھا جس سے سائنسدانوں نے یہ اخذ کیا کہ انسانی خواب اسی جگہ پیدا ہوتے ہیں۔ دورہ کے بعد تہتر سالہ خاتون کے دماغ نے بہت سے کام کرنے بند کر دیئے تھے جن میں بیشتر کا تعلق بینائی سے تھا۔ تاہم چند روز کے بعد دماغ کے زیادہ تر حصوں نے دوبارہ کام کرنا شروع کر دیا مگر انہیں خواب آنا بند ہو گئے۔ اس عورت نے سائنسدانوں کی ٹیم کو بتایا کہ دل کا دورہ پڑنے سے قبل وہ ہفتے میں تین سے چار مرتبہ خواب دیکھتی تھیں۔

موسیقاروں کی بیماری

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ کسی بھی موسیقار کیلئے ایک اچھی دھن بنا دینے سے بڑی کامیابی کوئی اور نہیں ہوتی لیکن اس عمل کے دوران بار بار ایک یا ایک سے زائد موسیقی کے آلات کا بجایا جانا اور ان آوازوں کا سماعت سے گزرنا انسانی اعصاب کے لئے صحت مند عمل نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا ہے کہ ذہن کے تار ریاض کرنے سے الجھ جاتے ہیں ان کو نئے سرے سے سلجھانے کیلئے ماہرین مختلف تجربات کی مدد لے رہے ہیں۔ برطانوی ماہرین کے مطابق اس عمل سے دس میں سے ایک موسیقار کو یقینی طور پر اعصاب کی ایک پُراسرار بیماری لاحق ہو جاتی ہے جس کے باعث انسانی ذہن مخصوص قسم کی نقل و حرکت کے قابل نہیں رہتا ہے۔ چونکہ موسیقار نو عمری سے ریاض شروع کر دیتے ہیں اس لئے ان کے اعصاب بھی بچپن ہی سے متاثر ہونے لگتے ہیں۔ ماہرین اس پراسرار بیماری کے معالجے کی کوششوں میں تو لگے ہوئے ہیں لیکن ان کا کہنا ہے موسیقی کے طلباء کو ریاض کے دوران مناسب وقفے ضرور دینے چاہیں۔

ٹریفک جام سے خطرات

ٹریفک جام ہونے سے صرف آپ کے موڈ ہی پر برا اثر نہیں پڑتا بلکہ اس سے انسان کی موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ جرمنی میں ہونے والی اس تحقیق کے بعد معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ جو ٹریفک جام میں پھنس جاتے ہیں ان کو ایک گھنٹے کے اندر اندر دل کا دورہ پڑنے کا امکان عام انسانوں سے تین گنا زیادہ ہے۔

سائنس دان جنہوں نے دل کے دورہ کے سینکڑوں واقعات کا مطالعہ کیا ہے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر بارہ میں سے ایک موت ٹریفک کے سبب ہوئی۔ ٹریفک جام کی وجہ سے خاص طور پر سے خواتین کو دل کا دورہ پڑنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ساٹھ سال کی عمر سے زیادہ کے افراد بھی ٹریفک جام سے متاثر ہوتے ہیں۔ تحقیق کاروں نے کہا ہے کہ ابھی یہ طے کیا جاتا ہے کہ ٹریفک جام کے دوران دل کا دورہ پڑنے کا سبب آلودگی سے سابقہ پڑنا ہے یا پھر ذہنی دباؤ۔

اس تحقیق کے دوران 1999ء سے 2001ء تک اُن 691 افراد کے انٹرویو کئے گئے جنہیں دل کا دورہ پڑا تھا۔ مریضوں سے کہا گیا تھا کہ وہ دورہ پڑنے سے چار دن پہلے کے مشاغل اور سرگرمیوں کا بالخصوص ذکر کریں۔ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ انسان کس طرح کی ٹرانسپورٹ میں بیٹھا ہے۔

دوسو سال بعد دیا گیا اعزاز

بنگال ہندوستان سے تعلق رکھنے والے دین محمد کو امسال ''گرین پلاک'' اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ شیخ دین محمد نے 1810ء میں وسطی لندن میں ''ہندوستانی کافی ہاؤس'' شروع کیا تھا جس میں حقہ اور ہندوستانی پکوانوں سے لطف اندوز ہوا جا سکتا تھا۔ اس عمارت کو اب کارلٹن ہاؤس کہا جاتا ہے۔

دین محمد نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی کئی مہمات میں حصہ لیا اور 1782ء میں ریٹائر ہوئے۔ پھر دو سال بعد وہ برطانیہ چلے آئے اور یہاں ایک مقامی لڑکی سے شادی کر لی۔ انہوں نے اپنا سفرنامہ Travels of Deen Muhammad بھی لکھا جس میں انہوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ہندوستان میں اپنے تجربات کا ذکر کیا۔ دین محمد پہلے ہندوستانی تھے جن کی برطانیہ میں انگریزی زبان میں کتاب شائع ہوئی۔ یہ کتاب انہوں نے آئرلینڈ میں لکھی تھی۔

دین محمد کا کافی ہاؤس کا تجربہ کامیاب نہیں ہوا اور 1812ء میں وہ دیوالیہ ہو گئے۔ تاہم مایوس ہونے کی بجائے انہوں نے لندن سے باہر ساحلی شہر برائٹن میں ایک حمام میں کام شروع کر دیا۔ 1822ء میں انہوں نے اپنا حمام ''محمد ز باتھ'' بنا لیا جہاں دردوں سے آرام کے لئے ہندوستانی جڑی بوٹیاں متعارف کروائیں اور چمپی (سر کی مالش) کو بھی روشناس کروایا۔ ان کا حمام اور نسخے اس قدر کامیاب ہوئے کہ ان کی شاہی دربار تک رسائی ہو گئی اور وہ سلطنت برطانیہ کے ولی عہد کے 'شیمپوئنگ سرجن' مقرر ہو گئے۔ دین محمد کا باتھ 1860ء میں گرا دیا گیا اور اس کی جگہ ایک ہوٹل بنا دیا گیا۔

لندن کی برٹش نیشنل لائبریری میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے بارے میں جاری ایک نمائش میں ہندوستانی کافی ہاؤس کے باہر نسب کی جانی والی تختی بھی موجود ہے۔ اس تختی پر لکھا ہے کہ اس کافی ہاؤس میں اصلی تمباکو والا حقہ اور دنیا کا سب سے خوش ذائقہ سالن ملتا ہے۔

جانور ذبح نہ کرنے کا مطالبہ مسترد

گزشتہ سال برطانوی حکومت نے جانوروں کی فلاح کیلئے کام کرنے والے گروہوں کا یہ مطالبہ مسترد کر دیا کہ جانوروں کو مسلمانوں یا یہودیوں کے طریق کے مطابق ذبح نہ کیا جائے جو اُن کے مطابق انتہائی اذیتناک ہے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کا موقف ہے کہ یہی صدیوں پرانا مذہبی طریقہ ہے جو اسلام اور یہودیت کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ جبکہ جانوروں کے فلاحی ادارے کا کہنا تھا کہ جانوروں کا سُن کیے بغیر ذبح کرنے کے طریق سے جانور کو شدید تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔

اگرچہ حکومت نے جانوروں کی فلاح کیلئے کام کرنے والی جماعتوں کا مطالبہ خارج کر دیا ہے مگر وہ اس نظریے پر ضرور غور کر رہی ہے کہ آیا جانور کو ذبح کرنے کے فوری بعد سُن کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟